استوصوا بالنساء خیراً (الحدیث)

ماہنامہ بنات اہلسنت

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

جلد نمبر 3 | اپریل 2012ء | شمارہ 4

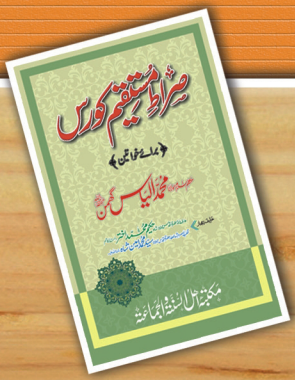

زندگی اصول ہے

پندرھویں صدی ہجری کی ماں اور بیوی

”نہیں گل خان! میں چلی جاؤں گی۔ تو اپنا فرض پورا کرنے کے لیے جا! دیر نہ کر نوری سو رہی ہے۔ زینب سو رہی ہے۔ سب سو رہے ہیں۔ میں بھی سو جاؤں گی۔“

ناشر احناف میڈیا سروس AMS

مرکز اہل السنّت والجماعت

ایک ادارہ، ایک تحریک

زیر سرپرستی

محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

شعبہ جات

- شعبہ حفظ القرآن الکریم
- ایک سالہ تخصص فی التحقیق والدعوۃ (برائے فضلاء کرام) ماہ شوال تا ماہ شعبان
- پندرہ روزہ دورۂ تحقیق المسائل (برائے طلبہ عظام) ماہ شعبان
- تین روزہ تحقیق المسائل کورس (برائے عوام الناس)
  ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات شام تا اتوار صبح ۱۰ بجے
- ماہانہ مجلس واصلاحی بیان (برائے مریدین وسالکین)
  ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات مغرب تا عشاء
- قافلۂ حق (سہ ماہی)۔ فقیہ (ماہنامہ)۔ بنات اہل السنّت (ماہنامہ برائے خواتین)
- مکتبہ اہل السنّت والجماعت
  (فکری ونظریاتی کتب، پوسٹرز، آڈیو کیسٹس اور سی ڈیز کی ترسیل کیلئے)
- مرکز اصلاح النساء (خواتین اور بچیوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا ادارہ)
- احناف میڈیا سروس www.ahnafmedia.com
  (پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اسلامک کلچر کے فروغ کیلئے)
- احناف ٹرسٹ (مندرجہ بالا تمام شعبہ جات میں مالی معاونت کیلئے)

ان تمام شعبہ جات میں مرکز کے ساتھ زکوۃ، عُشر، صدقات کی مد میں تعاون فرمائیں

میزان بینک سرگودھا — اکاؤنٹ نمبر 1401-03600000900 — بنام محمد الیاس

خط وکتابت: مرکز اہل السنّت والجماعت، 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

E-mail: markazhanfi@gmail.com — 0346-7357394 - 048-3881487

استوصوا بالنساء خیراً (الحدیث)

ماہنامہ

بنات اہلسنت لاہور

جلد نمبر 3 | اپریل 2012ء | شمارہ نمبر 4

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

معاون مدیر

عابد جمشید رانا

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، ایم۔فل پنجاب یونیورسٹی لاہور

حافظ محمد کلیم اللہ

فاضل دارالعلوم عبیدگاہ کبیر والا، فاضل شعبہ صحافت جامعۃ الرشید کراچی

زیر سرپرستی

حضرت اقدس، عارف باللہ حکیم

شاہ محمد اختر دامت برکاتہم

سرکولیشن مینیجر

مولانا بشیر احمد قاسمی

ایجنسی ہولڈرز مہر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک

35 ڈالر ..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک

25 ڈالر ..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر ..... سالانہ

قیمت فی شمارہ -/20 روپے

سالانہ زرتعاون

-/240 روپے

منی آڈر بھیجنے کا پتہ

مکتبۃ اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنوبی لاہور ڈویژن سرگودہا

0332-6311808

www.islahunnisa.com

islahunnisa@gmail.com

خط و کتابت

دفتر ماہنامہ بنات اہلسنت

بالمقابل جامعہ حقانیہ نزد پیکجز فیکٹری قینچی امرسدھو لاہور

فہرست

زندگی اصول ہے 5

اداریہ

بہار کا تحفہ 8

اہلیہ مولانا عابد جمشید

اپریل فول اور امت مسلمہ 11

رانا رضوان

تھوڑی سی دیر.....! 14

مولانا عابد جمشید

وہ غلطی بھی میری تھی 17

معظمہ کنول

ناداں کہیں کے.....!! 20

مولانا محمد کلیم اللہ

نٹ کھٹ زاویے 29

ڈاکٹر منصور احمد باجوہ

پندرھویں صدی ہجری کی ماں اور بیوی 31

گل خان

تین قسم کے بچے 46

پیر ذوالفقار احمد نقشبندی

ہندو ذہنیت جنم لی رہی ہے 48

عابد حسین

توبہ ہے ہی ایسی چیز 57

مولانا محمد منیر جھنگوی

ایک عرب ماں کی دس نصیحتیں 60

عائشہ صدیق

درس قرآن

مفتی محمد تقی عثمانی

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ام نجعل الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار o

(سورۃ ص آیت نمبر 28)

ترجمہ:

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں، کیا ہم ان کو ایسے لوگوں کے برابر کر دیں گے جو زمین میں فساد مچاتے ہیں؟ یا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے؟

تفسیر:

یہ آخرت کے ضروری ہونے کی دلیل ہے اور پچھلی آیتوں سے اس کا ربط یہ ہے کہ جب ہم نے حضرت داود علیہ السلام کو اپنے خلیفہ کی حیثیت میں یہ حکم دیا ہے کہ وہ عدل انصاف سے کام لیں تو کیا ہم خود انصاف نہیں کریں گے؟

اسی انصاف کے لیے آخرت میں حساب و کتاب ہو گا، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ ہم نے نیک لوگوں اور بدکاروں کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا اور دنیا میں چاہے کوئی شخص اچھے کام کرے یا بدکاری کا مرتکب ہو، نہ اس سے کوئی باز پرس ہونی ہے اور نہ نیک آدمی کو کوئی انعام ملنا ہے۔ ایسی بے انصافی اللہ تعالیٰ کیسے گوارا فرما سکتے ہیں؟

(ماخوذ از آسان ترجمہ قرآن)

درس حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تجوز شھادۃ خائن ولا خائنۃ ولا زان ولا زانیۃ ولا ذی غمر علی اخیہ ورد شھادۃ القانع لاھل البیت۔ راواہ ابو داود

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیانت کرنے والے کسی مرد اور (اسی طرح) خیانت کرنے والی کسی عورت کی شہادت درست نہیں (یعنی قابل قبول نہیں) اور کسی زانی اور زانیہ کی شہادت بھی (قابل قبول نہیں) اور کسی دشمنی رکھنے والے کی شہادت بھی اس بھائی کے خلاف جس سے اس کو دشمنی ہو قابل قبول نہیں اور جو شخص اپنی روزی اور ضروریات زندگی کے لیے کسی گھرانے سے وابستہ ہو کر پڑ گیا ہو اس گھر والوں کے حق میں اس کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نا قابل قبول قرار دیا۔

تشریح: اس حدیث میں پہلے خیانت اور زنا کا ارتکاب کرنے والے مردوں اور عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ان کی شہادت قابل قبول نہیں۔ ان دونوں گناہوں کو بطور مثال کہ سمجھنا چاہیئے، اصول اور قانون یہ ہو گا کہ جو شخص ایسے کبائر اور فواحش کا مرتکب ہو، دوسرے لفظوں میں فاسق وفاجر ہو اس کی شہادت قبول نہ ہو گی کیونکہ ایسے گناہوں کا ارتکاب اس کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہے اس لیے اس کی سچائی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا کسی دشمنی رکھنے والے کی مخالفانہ گواہی کے قابل قبول نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے اسی طرح جو آدمی کسی گھرانے سے وابستہ ہو، اس کا رہنا، سہنا، کھانا، پینا، انھیں کے ساتھ ہو وہ گویا اسی گھرانے کا ایک فرد ہے اس لیے اس گھرانے کے حق میں اس کی شہادت بھی قبول نہیں کی جائے گی، اس سے معلوم ہو گیا کہ گھر والوں کی بدرجہ اولیٰ قابل رد ہو گی۔

(ماخوذ از معارف الحدیث)

زندگی اصول ہے

اداریہ

جی ہاں !بالکل ایسے ہی ہے کہ جب تک شریعت اسلامیہ کے بنیادی عقائد و نظریات، مسنون اعمال اور روز مرہ کے پیش آنے والے ضروری مسائل کا علم نہیں ہو گا اس وقت تک "زندگی فضول ہے" والی بات ہو گی۔

قرآن کریم میں ہے "افحسبتم انما خلقنا کم عبثاً" کیا ابن آدم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم نے اسے یونہی بیکار پیدا کر دیا۔ نہیں بلکہ اللہ رب العزت نے حیاتِ مستعار کے چند لمحے عطا کیے ہیں کہ اس میں کون میرے احکامات اور مسنون طریقے کے مطابق زندگی گزارتا ہے اور کون خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن کر آتا ہے۔

دنیا مقصود ہے یا ضرورت؟ آج تک ہمارے روشن خیال طبقے کی خیالی روشنی اس کو "روشن" نہیں کر سکی، بلکہ روشن کیا خاک کرتی الٹا تاریک کر دیا "ضرورت" کو "مقصود" کا درجہ دے بیٹھے۔ حالانکہ مقصود تو صرف اسلام کی تعلیمات تھیں اور بس! ظلم بالائے ظلم تو یہ کہ میرے معاشرے نے عملاً مقصود کو ضرورت کا درجہ بھی نہ دیا اور اسلام کو "غیر ضروری" سمجھ کر توجہ ہی نہ کی۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ ہمارے کتنے "مسلمان" ہیں جن کے نام صرف مسلمانوں والے ہیں ذہن غیر مسلموں جیسے۔ لارڈ میکالے نے کہا تھا کہ وہ برصغیر کے باشندوں کی شکل کو نہ بدل سکا تو ذہن ضرور بدل دے گا شکل سے تو برصغیر کا باشندہ نظر آئے گا لیکن اس کا ذہن فرنگی افکار کا ترجمان ہو گا۔ چنانچہ اس سلسلہ کو بڑھانے کے لیے لارڈ میکالے اور ساری اسلام دشمنوں قوتوں نے مل کر زور لگایا اور ایسے نصاب تشکیل بھی دیے جس میں وہ کامیاب ہو سکتے تھے لیکن اللہ جزائے خیر دے علماءِ حق کو جنہوں نے برصغیر کے باشندگان کا کسی کو نہ چہرہ

بدلنے دیا نہ ہی سوچ اور فکر۔ اب چونکہ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ علماءِ کی محنتوں کو ضائع ہونے سے بچائیں ورنہ لارڈ میکالے کی ذرّیت کہیں.....

خیر !اس وقت باطل کی سب سے بڑی یلغار تعلیمات اسلامیہ کو محو کرنا ہے اس بارے میں وہ اپنے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے۔ یاد رکھیں کہ باطل اپنی سب سے بڑی فتح مسلمانوں کے اذہان و قلوب کو مسخر کرنا سمجھتا ہے۔ آج سلف بیزاری، ذہنی آوارگی، آزاد خیالی، فحاشی و بے حیائی کا دور دورہ ہے۔ ہماری نوجوان نسل بد قسمتی سے فتنوں کے منہ زور سیلاب میں ڈوبتی ہی چلی جارہی ہے۔ ایسے وقت میں جب "مسلمان" اپنے بنیادی عقائد سے بے بہرہ ہو چکا ہو، اس کی زندگی سے سنت کی بہاریں روٹھ چلی ہوں، اخلاقیات کا جنازہ اٹھ چکا ہو، ادب اور علم نام کی چیز بھی ناپید ہو چکی ہو تو ضروری ہے اس کی فکر پہلے سے بھی زیادہ کی جائے۔

اسی سلسلے میں ہمارے ہاں اندرون اور بیرون ملک "صراط مستقیم کورس" کے نام سے چند دنوں کی علمی اور عملی تربیت گاہوں کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں جہاں علمی ماحول میسر آتا ہے وہاں عقائد و نظریات، مسائل و احکام اور مسنون طرز زندگی کو جِلا ملتی ہے۔

راقم کے سامنے اس وقت سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں وہ افراد ہیں جن کی زندگی میں ہمارے کورسز کی بدولت علم و آگہی کا عظیم انقلاب آیا، ان کے قلوب و اذہان میں اور ان کے گھروں میں سکون و اطمینان آیا۔ شریعت کی "پابندی" کو بسر و چشم قبول کیا۔ حسب سابق اس سال بھی موسم گرما کی تعطیلات میں ملک بھر میں صراط مستقیم کورس بڑی آب و تاب سے منعقد ہو گا۔ ہاں! ایک بات کرنا تو میں بھول ہی گیا۔ یہ سب کچھ صرف مرد حضرات کے لیے ہی نہیں بلکہ ہماری ماوں اور بہنوں کے لیے بھی الگ سے اس کو ترتیب دیا گیا ہے۔

سابقہ تجربات کی بنیاد پر یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ شرکاء کورس اپنے آپ میں علمی، روحانی اور اخلاقی ترقی محسوس کریں گے پھر "زندگی فضول ہے" والی بات ختم بلکہ "زندگی اصول ہے" والی بات شروع۔

نوٹ: خواہ آپ زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں اپنے علاقے میں یہ کورس منعقد کرا سکتے ہیں۔ اپنی مسجد، مدرسہ، اسکول، کالج، دفتر، گھر وغیرہ جہاں بھی آپ اس کا انتظام کر لیں۔ کتاب منگوانے کے لیے ہمارے مکتبہ اہل السنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا اور دارالایمان لاہور سے رابطہ کریں، ان شاء اللہ آپ کو کتاب گھر بیٹھے مل جائے گی۔

.....یکم مارچ 2012 مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا میں اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں جماعت کے قائدین، اراکین اور مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کے متخصصین کے علاوہ ملک بھر سے لوگ شریک ہوئے۔ صبح 10 بجے سے شام 5 بجے تک یہ اجتماع جاری رہا امیر محترم شیخ التفسیر مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم برادر محترم مولانا محمد عبداللہ عابد وڑائچ، مولانا عبدالشکور حقانی، مولانا ابوایوب قادری، مولانا عبدالقدوس گجر، مولانا عبدالواحد قریشی، قاری رسال محمد، مولانا مقصود احمد، مفتی شبیر احمد اور مرکز کے متخصصین نے علمی بیانات ارشاد فرمائے۔ اجتماع میں حسب ذیل امور طے ہوئے: کسی بھی اہل باطل سے مناظرہ ہو گا اس کی تحریر پر تین رکنی کمیٹی مشتمل بر سہ افراد (مولانا عبداللہ عابد وڑائچ، مولانا ابو ایوب قادری اور مولانا رضوان عزیز) میں سے کسی ایک کے دستخط ہونا ضروری ہے بصورت دیگر اس مناظرے کی حیثیت مقامی ہو گی جماعت کی طرف سے نہیں ہو گا۔ نمبر دو درج ذیل خطباء اتحاد کے نمائندے خطیب ہوں گے۔ مولانا منیر احمد منور، مولانا محمد الیاس گھمن، مولانا عبداللہ عابد، مولانا شفیق الرحمٰن پنڈی، مولانا عبدالشکور حقانی، مولانا ابو ایوب قادری، مولانا رضوان عزیز، مولانا مقصود احمد، مولانا عبدالواحد قریشی، مولانا عبدالقدوس گجر۔ بعد از نماز مغرب مرکز کے متخصص کا پہلا خصوصی اجلاس ہوا، جس میں مسلکی کام میں مزید بہتری لانے کے لیے لائحہ عمل طے کیا گیا، صبح نماز فجر کے بعد دوسرا اجلاس برائے متخصصین منعقد ہوا جو اساتذہ کی اہم ہدایات کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔ دعا فرمائیں اللہ تبارک وتعالیٰ نظر بد سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین

والسلام محمد الیاس گھمن

بہار کا تحفہ

اہلیہ مولانا عابد جمشید

ہمیں بچپن سے ہی ایک جملہ بہت اچھا لگتا تھا بلکہ ہوں کہیئے کہ بہت ہی اچھا"!ایک مرد کی تعلیم ایک مرد کی تعلیم ہے اور ایک عورت کی تعلیم پورے گھرانے کی تعلیم ہے۔"چار بھائیوں کی اکلوتی بہن ہونے کے ناتے ہم سب گھر والوں کی آنکھ کا تارا تھے اور اپنے وی آئی پی (VIP) ہونے کا احساس ہمیں بھی تھا۔ایسے اقوال ہم بڑے اہتمام سے جمع کیا کرتے تھے جن میں صنف کرخت (مرد حضرات سے معذرت کے ساتھ!) پر صنف نازک کی یک گونہ برتری کا پہلو نکلتا ہو۔ان اقوال کو ہم اپنی ڈائری میں لکھ بھی لیا کرتے تاکہ سند رہیں اور بوقت ضرورت کام آئیں۔مذکورہ بالا مقولہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا جس کی بنیاد اگرچہ ہماری معصوم سی خود غرضی اور احساس تفاخر تھا لیکن جوں جوں عمر عزیز گزرتی گئی اس مقولے کی معقولیت اور آفاقیت ہم پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی گئی۔شعور بالغ ہوتا گیا اور ہم نے کھلی آنکھوں اس حقیقت کا مشاہدہ بارہا کیا کہ خواتین کی تعلیم وتربیت کتنی ضروری ہے معاشرے کی اصلاح بگاڑ میں ہماری برادری کا کردار کتنا اہم ہے،اس پر دلائل دینے کی ضرورت نہیں۔

ہاں!ایک مثال حسب حال عرض کر دیتی ہوں"فرنگ کی جان پنجہ یہود میں ہے"

اقبال کے اس فرمان کو سمجھنے کی خاطر ہم نے یورپ اور امریکہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا تو یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہودی برادری کے"عالی دماغوں"نے ڈیڑھ صدی قبل یہ طے کر لیا تھا کہ ہم نے ترقی کی انتہاؤں کی طرف گامزن مغرب کو اپنے قبضے میں کرنا ہے اور اس کے لیے انہوں نے یہ چال چلی کہ اپنی تمام لڑکیوں کو ٹیچنگ کے شعبے میں لے گئے،ان خواتین اساتذہ نے اہل مغرب کی نسلوں کو اپنے شکنجے میں کس طرح جکڑا،یہ محتاج بیاں نہیں۔استعمار کے ایجنٹوں نے اس دام پر پر فریب کا دائرہ پھیلایا اور اسے مسلم ممالک میں سادہ لوح عوام پر یوں پھینکا کہ انہیں

خبر بھی نہ ہوئی اور ان کے بچوں بچیوں کو اس رنگ میں رنگ دیا گیا جو "صبغۃ اللہ" سے کسی طور میل نہیں کھاتا۔

اللہ جزائے خیر دے علماءِ اہلسنت کو جنہوں نے اس تہذیبی یلغار کے سامنے بند باندھے اور "جامعات البنات" کے نام سے ایسے ادارے قائم کیے جنہوں نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بیٹیوں کو عفت و عصمت کے معانی سے آشنا کیا اور انہیں اخلاقی بلندیوں اور دینی رفعتوں کے بام عروج تک پہنچایا۔ سچی بات ہے کہ امت مسلمہ کی گردنیں اس احسان عظیم کے سامنے خم ہیں۔ اللہ تعالیٰ علماءِ حق کو اس کاوشوں پر بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

گزشتہ دنوں ہمیں ایک مرتبہ پھر اپنے محسن و مربی متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ تعالیٰ کے در پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ مورخہ 4مارچ بروز اتوار کو مولانا محمد الیاس گھمن کی زیر سرپرستی قائم کردہ ادارے "مرکز اصلاح النساء" کی افتتاحی تقریب تھی اور اس میں ہم بھی مدعو تھے۔ شوق کا عالم دیکھیے کہ چار دن قبل ہی سرگودھا جا پہنچے تھے۔

مرکز اصلاح النساء کی پہلی منزل کی تعمیر قریباً مکمل ہو چکی ہے اور دوسری منزل کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ مدرسہ کی خوبصورت عمارت حضرت مولانا کے ذوق جمال کی آئینہ دار ہے۔ گیٹ پر آویزاں خوبصورت فلیکس پر لکھا ہوا جملہ جامعیت اور مقصدیت سے بھرپور اور لائق تقلید ہے آپ بھی پڑھیے اور داد دیجیے! "خواتین اور بچیوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا ادارہ"

افتتاحی تقریب کا وقت دن گیارہ بجے کا طے تھا۔ مولانا کی دونوں بیگمات انتظامات سنبھالے ہوئے تھیں۔ وقت مقررہ پر تلاوت ہوئی، پھر نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل ایمان کی آنکھیں پر نم ہوئیں۔ قریباً بارہ بجے درسگاہوں میں لگے سپیکروں میں زندگی کی رمق پیدا ہوئی اور حضرت مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم کا خطاب شروع ہوا۔ سب

خواتین ہمہ تن گوش تھیں، مولانا نے خطبہ مسنونہ کے بعد گفتگو کا آغاز فرمایا۔ عورت کا مقام، مرتبہ اور معاشرے کی اصلاح میں خواتین کے کردار پر روشنی ڈالی۔ خواتین کی تعلیم و تربیت کی مثالیں قرون اولیٰ سے پیش فرمائیں اور یقین مانیے کہ بے اختیار جی چاہا کہ کاش ہم بھی اس خیر و برکت سے معمور سنہری دور میں ہوتے "!جن خواتین کا تذکرہ آپ نے سنا وہ بھی اسی دنیا میں رہنے والی تھیں، اگر وہ اس طرح کی مثالی زندگی گزار سکتی ہیں تو آپ کیوں نہیں؟" مولانا کی پر اثر آواز راہ عمل پر قدم اٹھانے پر آمادہ کر رہی تھی۔ قریباً سارے مجمع کی آنکھیں اشک بار تھیں۔

مولانا نے فرمایا:

"مرکز اصلاح النساء کی تاسیس کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہم اپنی بیٹیوں کو صحابیات رضی اللہ عنہن کے نقش قدم پر چلنے والا بنائیں اور ان کو صرف علم نہ سکھائیں بلکہ ان کی اخلاقی تربیت بھی کریں اور سیکھے ہوئے پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کریں۔"

آخر میں حضرت نے رقت آمیز انداز میں دعا کروائی۔ افتتاحی تقریب میں شرکت کے لیے آئی ہوئی خواتین بہت خوش تھیں اور میں نے بہت سی عورتوں سے سنا کہ مولانا گھمن صاحب نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے کہ ہماری بیٹیوں کو دین سکھانے کے لیے اس معیاری ادارے کی بنیاد رکھی ہے۔

میری بہنو! خزاں کا موسم گذر چکا ہے اور مارچ کا مہینہ بہار کا مہینہ ہے اس موسم بہار میں "مرکز اصلاح النساء" کے نام سے خوبصورت پھول کھلا ہے یہ ہمارے حضرت کی طرف سے خواتین اسلام کے لیے بہار کا تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رونق پھول کو ہمیشہ شگفتہ رکھے اور اس کی خوشبو ہمیشہ ہمارے مشام جان کو معطر کرتی رہے۔

آمین

اپریل فول اور امت مسلمہ

رانا رضوان، فاروق آباد

اپریل فول منانے کی روایت کو بد قسمتی سے اغیار کی اندھی تقلید میں مسلمانوں نے بھی اپنا لیا ہے اور ہر سال نہایت ہی جوش و خروش کے ساتھ مناتے ہیں اور پھر اپنی کامیابیوں پر فخر کرتے ہوئے اور اپنے شکار کی بے بسی کو یاد کر کے اپنی محفلوں کو گرماتے رہتے ہیں۔ آج اپریل فول کا یہ فتنہ امت مسلمہ کی نوجوان نسل کے اخلاق کی پامالی کا سبب بن رہا ہے جسے وہ یہود و نصاریٰ کی پیروی کرتے ہوئے جھوٹ بول کر اپنے احباب و اقرباء کو بے وقوف بنانے کے لیے مناتے ہیں۔

اپریل فول کی ابتداء کہاں سے ہوئی اور اس کی تاریخ کیا ہے؟

کہا جاتا ہے کہ قدیم تہذیبوں کے زمانے میں جن میں ہندومت اور قدیم رومن تہذیب شامل ہے، نئے سال کا آغاز یکم اپریل یا اس کے قرب و جوار کی تاریخوں میں منایا جاتا تھا۔ 1582ء میں پوپ جورج ہشتم نے پرانے کیلنڈر کی جگہ ایک نئے جورجین کیلنڈر کے اجراء کا حکم دیا جس کی رو سے نئے سال کا آغاز یکم اپریل کی جگہ یکم جنوری سے ہونا قرار پایا۔ اس سال فرانس نے نیا جورجین کیلنڈر اختیار کرتے ہوئے نئے سال کا آغاز یکم جنوری سے کیا۔ متضاد روایات کے مطابق یا تو ایک کثیر تعداد میں عوام الناس نے اس نئے کیلنڈر کو مسترد کر دیا یا بروایت دیگر اس نئے کیلنڈر کی تبدیلی کی اطلاع بروقت دور دراز کے علاقے کے لوگوں تک نہ پہنچ سکی جس کی بنا پر وہ نیا سال پرانے کیلنڈر کے مطابق ہی یعنی یکم اپریل کو مناتے رہے۔ اس موقع پر جدت پسندوں نے قدامت پسندوں کا مذاق اڑانے کے لیے یکم اپریل کو انہیں بے وقوف بنانے اور جھوٹی باتوں پر ان کا یقین پختہ کرنے کے لیے انہیں جھوٹے پیغامات اور نئے سال کی ایسی تقریبات کے دعوت نامے بھیجنا شروع کر دیے جنہیں سرے سے منعقد ہونا ہی

نہیں تھا۔ اس طرح یہ رسم سارے یورپ میں یکم اپریل کو جھوٹ بول کر لوگوں کو بے وقوف بنانے کے حوالے سے پھیل گئی۔

اس سلسلے کا ایک دوسرا واقعہ مسلمانوں کے دورِ اسپین سے متعلق ہے اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اسپین میں تقریباً آٹھ سو سال تک حکومت کی، اس دوران عیسائیوں نے مسلمانوں کو شکست سے دوچار کرنے اور اسلام کی جڑوں کو اسپین سے اکھاڑ پھینکنے کی بے شمار کوششیں کیں مگر اپنی کسی بھی کوشش میں ان کو کامیابی نصیب نہ ہوئی، انہوں نے اپنی پے در پے ناکامیوں اور مسلمانوں کی طاقت اور قوت کے اسباب جاننے کے لیے اسپین میں اپنے جاسوسوں کو بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کے ناقابل شکست ہونے کا راز پا سکیں، اپنے آقاوں کو یہ رپورٹ دی کہ چونکہ مسلمانوں میں تقویٰ موجود ہے اور وہ قرآن اور سنت کی مکمل اتباع کرتے ہیں اور حرام اور منکرات سے بچتے ہیں اس لیے وہ ناقابل شکست ہیں۔ جب مسلمانوں کی طاقت کا راز پالیا تو اپنی ساری ذہنی قوت اس بات پر خرچ کر دی کہ کسی طریقے سے مسلمانوں کو ان کی اس روحانی طاقت سے محروم کر دیا جائے، اس کے لیے انہوں نے یہ حکمتِ عملی وضع کی کہ شراب اور سگریٹ کی مفت ترسیل اسپین کو شروع کر دی، ان کی یہ ترکیب کامیاب رہی اور ان اشیاء کے استعمال کی وجہ سے مسلمانوں میں اخلاقی کمزوریاں نمایاں ہونے لگیں خصوصاً مسلمانوں کی نوجوان نسل اس سازش کا سب سے زیادہ شکار ہوئی، مسلمان اخلاقی تنزلی کا شکار ہو کر کمزور پڑ گئے اور عیسائیوں کو ان کے دیرینہ خواب کی تعبیر مسلمانوں کی اسپین سے بے دخلی کی صورت میں مل گئی، اسپین میں مسلمانوں کی طاقت کے آخری سرچشمے یعنی غرناطہ کا عیسائی افواج کے ہاتھوں زوال یکم اپریل کو ہوا اس لیے وہ اس دن کو اسپین کو مسلمانوں سے آزادی کا دن قرار دیتے ہیں اور چونکہ ان کے خیال میں مسلمانوں کو شکست ان کی چالاکی اور دھوکہ دہی کے نتیجے میں ہوئی تھی اس لیے وہ یکم اپریل کو فول ڈے کے طور پر مناتے ہیں۔

اپریل فول کا جھوٹ اور مذاق بے شمار لوگوں کی زندگیوں میں طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اپریل فول کا شکار ہونے والے کئی لوگ ان واقعات کے نتیجے میں شدید صدمے میں مبتلا ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، کئی مستقل معذوری کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لیے گھر کی چہار دیواری تک محدود ہو جاتے ہیں، کتنے گھروں میں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور کتنے خوش وخرم جوڑے مستقلاً ایک دوسرے سے متعلق شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتے ہیں اور مذاق کرنے والے ان سارے ناقابل تلافی نقصانات کا کسی طور پر بھی کفارہ ادا نہیں کر سکتے۔

مسلمانوں کے لیے ان غیر شرعی اور غیر اسلامی رسوم ورواج کو منانے کے حوالے سے یہ بات یقیناً سخت تشویشناک ہونی چاہیے کہ یہ غیر اسلامی ہیں اور اسلام کی عظیم تعلیمات اور اخلاقی اقدار کے منافی ہیں۔

جھوٹ نفاق کی نشانی ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولے یا خاموش رہے، مزید برآں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر خصوصی طور پر لعنت فرمائی ہے جو جھوٹ بول کر لوگوں ہنساتا ہے۔ آج کل لوگ مزاح کے نام پر انتہائی جھوٹ گھڑتے ہیں اور لوگوں کو جھوٹے لطائف سنا کر ہنساتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال مبارکہ کی روشنی میں اپریل فول جیسی باطل رسوم وروایات کو اپنانے اور ان کا حصہ بن کر لمحاتی مسرت حاصل کرنے والے مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ ایسا کر کے وہ غیر مسلم مغربی معاشرے کے اس دعوے کی تصدیق کرتے ہیں جس کی رو سے لوگوں کو ہنسانے، گدگدانے اور انکی تفریح طبع کا سامان فراہم کرنے کے لیے جھوٹ بولنا ان کے نزدیک جائز ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جھوٹ کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دینا اور انہیں تفریح فراہم کرنا اور ہنسانا سخت موجبِ گناہ ہے۔

تھوڑی سی دیر.....!

مولانا عابد جمشید

"دوبارہ فون کرو دس منٹ ہوگئے ہیں ابھی تک وہ ڈاکٹر کا بچہ نہیں پہنچا۔" برہان صاحب نے پورا ہسپتال سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ "سر! ڈاکٹر صاحب سے بات ہوئی ہے وہ ٹریفک میں پھنس گئے تھے بس تھوڑی دیر میں پہنچ جاتے ہیں۔" خوش اخلاق ریسپشنسٹ نے حتی الامکان لہجے کو نرم بناتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ ڈاکٹر اگر بخشے گئے تو سمجھو سب لوگ جنتی ہیں۔ جھوٹ اور فراڈ کے علاوہ ان کو کچھ سوجھتا ہی نہیں۔" برہان صاحب کا پارہ مزید چڑھ گیا۔

برہان عظیم شہر کی جانی پہچانی شخصیت تھے کئی مارکیٹوں کے مالک، انتہائی اکھڑ مزاج اور ہر ایک سے لیے دیے رہنے والے۔ آج گیارہ بجے کے قریب وہ گھر سے نکلنے لگے تو ان کے اکلوتے بیٹے خالد عظیم کے پیٹ میں اچانک شدید درد اٹھا، برہان صاحب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ بیٹے کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور ڈرائیور کو حکم دیا: "فوراً سعید ہاسپٹل پہنچو۔"

ڈاکٹر سعید احسان کا شمار شہر کے قابل ترین ڈاکٹرز میں ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دست شفا سے نوازا تھا۔ بچے کی حالت سے لگ رہا تھا کہ تکلیف اس کی برداشت سے باہر ہے بھاگم بھاگ ہسپتال پہنچے ایمرجنسی ڈیوٹی پر موجود جونیئر ڈاکٹر اور نرس نے خالد عظیم کا چیک اپ کرنے کے بعد ایک اور بری خبر سنائی: "بچے کو پینڈکس اور اس کا آپریشن کرنا ہوگا۔"

"فوراً آپریشن کی تیاری کرو۔" برہان صاحب چلائے۔ "او۔کے سر! لیکن یہ کیس ہمارے بس کا نہیں، ڈاکٹر سعید احسان کو بلانا ہوگا۔" جونیئر ڈاکٹر نے ادب سے کہا۔ "تو بلاؤ اسے منہ کیا دیکھ رہے ہو؟" برہان صاحب کی آواز میں غصے اور بے بسی کے ملے جلے جذبات تھے۔

"سر! آپ اطمینان سے تشریف رکھیں، بچے کو درد کش دوا دی جاچکی ہے۔ ڈاکٹر سعید صاحب سے بات ہوگئی ہے وہ بھی تھوڑی دیر میں پہنچ رہے ہیں۔" نرس نے آگے بڑھ کر

کہا۔ ”بی بی! کمال کرتی ہو تم بھی... میرے بیٹے کی جان پر بنی ہے اور تم فرما رہی ہو کہ اطمینان سے تشریف رکھو۔ جلدی بلاؤ اپنے ڈاکٹر سعید کو۔“ برہان صاحب پاؤں پٹخ کر بولے۔

”سر! پلیز ریلیکس! ڈاکٹر سعید صاحب بس تھوڑی دیر میں آجاتے ہیں ان شاء اللہ۔“ جونیئر ڈاکٹر بولا۔ خالد عظیم کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا جا چکا تھا اور آپریشن کی ابتدائی تیاریاں بھی ہو چکی تھیں۔ اب انتظار تھا تو ڈاکٹر سعید احسان کا۔ برہان عظیم مٹھیاں بھینچے کوریڈور میں ٹہل رہے تھے وہ بار بار کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھتے اور زیر لب کچھ بڑبڑانے لگتے۔

ان کا ڈرائیور ان کے مزاج سے واقف تھا وہ ایک کونے میں خاموش کھڑا تھا ایک عجیب بات جو اس کے صورتحال میں بھی ڈرائیور نے محسوس کی تھی وہ یہ کہ ہسپتال کے سارے سٹاف کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی تھی۔

ہاسپٹل پہنچنے کے کچھ دیر بعد اگرچہ جونیئر ڈاکٹر نے انہیں یہ آپشن بھی دیا تھا کہ اگر وہ چاہیں تو ڈاکٹر سعید احسان کا انتظار کرنے کے بجائے کسی اور ڈاکٹر کے پاس بھی جاسکتے ہیں لیکن سعید احسان کی نیک نامی اور مہارت کے سنے ہوئے قصوں نے برہان عظیم کے پاؤں پکڑ لیے تھے۔ آخر چودہ منٹ کے بعد ڈاکٹر سعید احسان آپہنچے ان کے بال پریشان اور لباس شکن آلود تھا برہان عظیم انہیں دیکھتے ہی برس پڑے یہاں ہسپتال میں مریض خواہ تڑپ تڑپ کر مر جائے۔ لیکن جناب ڈاکٹر صاحب بارہ بجے سے پہلے بستر سے نیچے قدم نہ رکھیں گے۔ ڈاکٹر سعید احسان کو ان کی بات سن کر جھٹکا سا لگا لیکن پھر وہ فوراً سنبھل گئے اور مسکرا کر بولے: ”محترم! میں سو نہیں رہا تھا کسی ضروری کام میں مصروف تھا، جب مجھے اطلاع ملی کہ آپ کے بچے کی طبعیت زیادہ خراب ہے تو میں فوراً بھاگا لیکن ٹریفک کی وجہ سے کچھ تاخیر ہو گئی۔“

”واہ واہ! ضروری کام۔۔ چھوڑیں! ڈاکٹر صاحب میں بڑی اچھی طرح جانتا ہوں آپ کس ضروری کام میں مصروف ہوں گے۔“ برہان صاحب زیر خند لہجے میں بولے۔

ان کے عقب میں کھڑے جونیئر ڈاکٹر نے انہیں گھور کر دیکھا لیکن برہان صاحب کے چہرے پر بدستور مسکراہٹ۔ ”آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اندر جا کر بچے کو دیکھ سکوں؟ مسٹر جلدی سے اندر آپریشن تھیٹر میں میرے ساتھ آئیں ہم پہلے ہی کافی وقت ضائع کر چکے ہیں اور محترم آپ اللہ تعالی سے دعا کیجئے۔“ ڈاکٹر سعید احسان یہ کہہ کر لمبے لمبے قدم اٹھاتے اندر داخل ہو گئے۔ برہان عظیم نڈھال ہو کر ایک صوفے پر گر پڑے اور دل ہی دل میں اپنے بیٹے کی سلامتی کی دعا کرنے لگے دو گھنٹے جیسے کئی صدیوں پر محیط ہو گئے ہوں پتہ نہیں برہان صاحب نے کیسے گذارے۔ آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر سعید احسان باہر نکلے ”محترم! مبارک ہو آپ کے بچے کا آپریشن کامیاب ہو گیا ہے، تین دن بعد آپ اسے گھر لے جا سکتے ہیں۔“

وہ ایک لحظہ برہان کے سامنے رکے اور پھر تیزی سے باہر نکل گئے۔ ”عجیب آدمی ہے یہ ڈاکٹر پھر بھاگ گیا وہ کچھ دیر تو رکتا کہ میں اپنے بیٹے کے بارے میں تفصیل سے پوچھ لیتا۔“ برہان عظیم کا پارہ چڑھ گیا۔ یہ سب ڈاکٹر ایسے ہی ہوتے ہیں فضول میں لوگ انہیں فرشتوں جیسا مشہور کر دیتے ہیں وہ مسلسل بولے جا رہے تھے۔ ”خدارا! اب بس بھی کیجئے خواہ مخواہ میں بدگمان ہوئے جا رہے ہیں۔“ اب جونیئر ڈاکٹر کی برداشت جواب دے گئی وہ برہان صاحب کے سامنے آکھڑا ہوا۔ ”اس فرشتہ صفت انسان کو آپ نے اپنی زبان کے بہت نشتر چبھو لیے اب تو خاموش ہو جایئے۔“ جونیئر ڈاکٹر کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ پڑا۔ ”آپ نہیں جانتے محترم! آج صبح ایک نوجوان اپنی جان سے دھو بیٹھا اور وہ نوجوان۔۔ وہ نوجوان۔۔ ڈاکٹر سعید احسان کا اکلوتا بیٹا تھا۔“ برہان عظیم کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ ”جی ہاں! جب آپ اپنے بیٹے کو یہاں لے کر آئے تب ڈاکٹر احسان اپنے بیٹے کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے لیکن ایمرجنسی کی وجہ سے سب کچھ وہیں چھوڑ کر آپ کے بیٹے کے آپریشن کے لیے آ گئے اب وہ اپنے لاڈلے بیٹے کو دفنانے کے لیے گئے ہیں۔“

”اوہ میرے خدایا“ برہان عظیم کے منہ سے نکلا اور پھر وہ اپنا سر تھام کر زمین پر بیٹھتے چلے گئے۔

وہ غلطی بھی میری تھی

معظمہ کنول

"شادی کو بیس سال گزر چکے ہیں لیکن میں نے اپنی بیوی سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوتے نہیں دیکھی جس پر غصہ کیا جاسکتا ہو۔" قاضی شریح نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔

امام شعبی نے اس کی وجہ پوچھی کہ کیسے؟ قاضی شریح نے کہا کہ جب میری شادی ہوئی اور پہلی رات میں بیوی کے پاس گیا تو میں نے اسے نہایت حسین و جمیل پایا۔ میں نے دل میں کہا کہ مجھے وضو کر کے دو نفل شکرانے کے پڑھنے چاہئیں۔ چنانچہ جب میں نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ میری بیوی بھی میری اقتدا میں نماز پڑھ کر سلام پھیر رہی ہے۔

جب میرا گھر مہمانوں اور دوستوں سے خالی ہوا تو میں اپنی بیوی کی طرف گیا اور جب خلوت میں؛ اس کے قریب ہوا تو وہ کہنے لگی: "میرے سرتاج! ذرا ٹھہر جایئے پھر اس نے خطبہ پڑھا اور بات شروع کی کہ میں ایک ایسی عورت ہوں جو اپنے وطن سے دور ہوں۔ مجھے آپ کے اخلاق اور آپ کی عادات کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ لہٰذا آپ مجھے وہ تمام کام بتادیں جو آپ کو اچھے لگتے ہیں تاکہ میں وہی کروں اور جو کام آپ ناپسند کرتے ہیں، وہ بھی بتادیں تاکہ میں وہ نہ کروں۔ پھر اس نے کہا کہ آپ کی قوم میں کئی عورتیں تھیں جن سے آپ شادی کر سکتے تھے اور میری قوم میں بھی کئی مرد میرے ہم پلہ تھے جن سے میں شادی کر سکتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ جب کوئی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ ہو کر رہتا ہے۔ اب آپ میرے مالک ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ کریں۔ اگر میں آپ کو پسند ہوں تو اچھے طریقے سے مجھے رکھیے ورنہ مجھے اچھے طریقے سے رخصت کر دیجیے۔ اسی کے ساتھ میں اپنی بات ختم کرتی ہوں اور اپنے اللہ سے اپنے اور آپ کے گناہوں کی معافی مانگتی ہوں۔"

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اے شعبی!اللہ کی قسم اس نے مجھے اس مقام پر خطبہ پڑھنے پر مجبور کر دیا چنانچہ میں نے بھی اللہ کی حمد وثنا کا خطبہ پڑھا اور پھر میں نے کہا کہ "اے میری بیوی!بلاشبہ تو نے بہت اچھی بات کہی ہے،اگر تو اس پر ثابت قدم رہے گی تو یقیناً تو خوش نصیب رہے گی اور اگر تو ایسا نہیں کرے گی تو یہ تیرا خطبہ پڑھنا تیرے خلاف دلیل بن جائے گا۔

سنو! فلاں فلاں کام پسند ہیں اور فلاں فلاں کام ناپسند ہیں۔اگر تو میری کوئی خوبی دیکھے تو اس کو بیان کر دے اور اگر کوئی عیب دیکھے تو اس پر پردہ ڈال دے۔"پھر اس نے کہا کہ آپ کس حد تک پسند کرتے ہیں کہ میرے گھر والے آپ کے ہاں آیا کریں؟میں نے کہا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ مجھے اکتاہٹ میں ڈالیں۔اس نے کہا کہ آپ اپنے پڑوسیوں میں سے کس کے بارے میں پسند کرتے ہیں کہ وہ آپ کے گھر آئیں تاکہ میں انہیں آنے کی اجازت دوں اور کن کا آپ کے گھر آنا آپ کو ناپسند ہے تاکہ میں بھی ان سے احتیاط کروں۔تو میں نے اسے بتایا کہ فلاں قبیلے کے لوگ نیک ہیں اور فلاں قبیلے کے لوگ اچھے نہیں ہیں۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کے ساتھ زندگی بسر کرتے مجھے ایک سال گزر گیا اور اس دوران میں نے اس میں کوئی ناپسندیدہ بات نہ دیکھی۔

شادی سے ٹھیک ایک سال بعد کی بات ہے کہ ایک روز میں اپنے عدالتی کاموں سے فارغ ہو کر جب گھر آیا تو ایک بوڑھی عورت گھر میرے گھر میں ہے۔میں نے پوچھا:یہ کون ہے؟میری بیوی نے بتایا کہ یہ آپ کی ساس ہے۔میری ساس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا:"اے شریح!تو نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟"میں نے کہا کہ میں نے اسے بہت اچھا پایا ہے۔تو اس نے کہا:شریح!دو حالتوں کے علاوہ عورت کی حالت کبھی نہیں بگڑتی۔

1. ایک یہ کہ جب عورت بچے کی ماں بن جائے۔

2. دوسری یہ کہ اس کا خاوند اس کے حد سے بڑھے ہوئے ناز و نخرے دیکھتا رہے اور اسے کچھ نہ کہے۔

اللہ کی قسم! ناز و نخرے والی عورت جیسا بڑا شر کبھی بھی کسی نے اپنے گھر جمع نہیں کیا۔ لہٰذا میری بیٹی کو جتنا چاہے مؤدب و مہذب بنا! تجھے کوئی روک ٹوک نہیں۔ پھر قاضی شریح نے کہا: "یہ عورت میرے ساتھ بیس سال سے رہ رہی ہے میں نے کبھی بھی اس میں قابل اعتراض کوئی بات نہیں دیکھی۔ ہاں اتنی زندگی میں صرف ایک دفعہ میں نے اس پر اعتراض کیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اس موقع پر بھی یہ بے قصور تھی اور غلطی میری تھی۔"

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ خاوند قاضی شریح جیسا ہونا چاہیے اور بیوی بھی ان کی بیوی جیسی ہونی چاہیے اور ساس بھی قاضی شریح کی ساس جیسی ہونی چاہیے۔

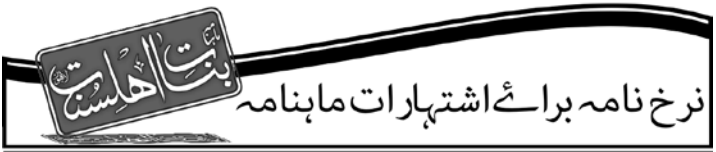

بیک			
بیک فل پیج 4 کلر	3000	3/4 بیک پیج 4 کلر	2500
ہاف بیک پیج 4 کلر	2000	1/4 بیک پیج 4 کلر	1500
اندرون			
فل پیج ون کلر	1800	3/4 ون کلر	1500
ہاف پیج ون کلر	1300	1/4 ون کلر	800
مین پیج ان سائیڈ			
فل پیج ون کلر	2000	3/4 پیج ون کلر	1300
ہاف پیج ون کلر	1000	1/4 پیج ون کلر	800
ایک پٹی 1.5 انچ مین ٹائٹل	2000	پٹی 1.5 انچ بیک ٹائٹل	600

ناداں کہیں کے....!!

مولانا محمد کلیم اللہ

1936 کی بات ہے جب پال جوزف گوئبلز نے ایک اصول وضع کیا" جھوٹ اس قدر عام کردو کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگیں یا کم از کم سچی بات میں شک کرنے لگیں۔" یہ دوسری جنگ عظیم کا زمانہ تھا ہٹلر نے پال جوزف گوئبلز کو اپنا وزیر اطلاعات ونشریات متعین کر دیا۔ اس کے بعد گوئبلز کے وضع کردہ اصول پر عوام وحکمران چل پڑے اور نسلا بعد نسل آج بھی اس کے متبعین موجود ہیں۔ آپ پوچھے گے کہ وہ کہاں ہیں؟ تو آیئے ان کو تلاش کرنے چلتے ہیں۔

❀❀❀

منبر ومحراب بہت مبارک مقامات ہیں اور ان کا تقدس بہت ہی زیادہ ہے۔ افسوس کہ ان پر براجمان بعض وہ لوگ بھی ہیں جو اس کے بالکل اہل نہیں اور ان کے تقدس کو پامال کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی قدر ومنزلت سے عاری ہیں۔ انہیں میں ایک شخص کا تذکرہ آپ کے سامنے کرنے چلا ہوں۔ اللہ مجھے ذاتی عداوتوں، کدورتوں اور شکر رنجیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے ایک نوجوان خطیب مولانا خضر حیات بھکروی۔ کچھ دنوں سے اسٹیج پر نمودار ہوئے ہیں۔۔ موصوف اپنی سلاست زبان کی وجہ سے اپنی عوام میں کافی مقبول سمجھے جاتے ہیں۔ خاموش ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ سنجیدہ طبیعت کے مالک ہوں گے۔۔ عمر کے اعتبار سے ابھی اس مقام پر نہیں ہیں جہاں پہنچ کر مزاج میں شوریدگی پیدا ہوتی ہے۔ یا آدمی پاگل پن کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ علوم نبوت؛ موصوف نے پڑھ رکھا ہے بلکہ پڑھا بھی رہے ہیں۔

لیکن۔۔ ان سب کے باوجود ان میں وہ خوبیاں نظر نہیں آتیں جو ایک عالم دین میں ہونی چاہئیں۔ زبان سے سنجیدگی ومتانت کی گفتگو کے بجائے اول فول ہی نکلتا رہتا ہے جبکہ جسم

کا انداز "خسروانہ" مسلسل غیر اطمینانی کا شکار رہتا ہے۔ علوم نبوت پڑھانے والے سے یہ امید تو نہیں کی جاسکتی کہ ان کو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا قرآنی حکم معلوم نہیں ہو گا۔ لیکن اندر کا معاملہ خدا جانے۔

راقم نے موصوف کا ایک بیان سنا جو مورخہ 5 فروری 2012 کو تلہ گنگ شہر میں ایک کانفرنس پر موقع پر کیا۔ پہلے پہل تو مجھے یقین ہی نہیں آیا کہ کوئی "عالم دین" بات کر رہا ہے یا بھانڈ؟ پھر جب سر پہ عمامہ و دستار اور چہرے پر داڑھی کو دیکھا تو یقین آیا کہ ہیں تو مولوی صیب۔۔ چونکہ راقم نے اپنے اساتذہ کو دیکھا تھا جو عمامہ و دستار بھی رکھتے تھے اور علم و تقوی، ورع و خشیت بھی کوثر و سلسبیل سے دُھلی زبان اور پر وقار چال ڈھال بھی۔ حیات مستعار کے تقریبا 10 سال انہی کے دستر خوان علم کا خوشہ چیں رہا ہوں اور تاحال انہی کے حکم پر دینی خدمت پر مامور ہوں۔۔ اس لیے میں تو تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایسی شکل والے لوگ بھی اپنے منہ میں کالی زبان رکھتے ہوں گے۔ بلکہ دل و دماغ کی کالک اور پراگندگی ان چہرے سے ٹپکتی ہوئی نظر آتی ہے۔

یادش بخیر! موصوف نے اپنی زبان سے جیسے بے ہودہ الفاظ جوش خطابت میں نکالے ہیں ان سب کو یہاں اس لیے ذکر نہیں کرتا کہیں وہ قارئین کے لیے اضمحلال کا باعث بنیں گے ۔ صرف چند ایک الفاظ کی جھلک تھوڑی دیر بعد ذکر کرتا ہوں ۔ اس سے پہلے یہ معروض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ راقم 05 فروری 2012 کو تلہ گنگ پہنچا اور سالانہ سیرت امام المجاہدین کانفرنس میں حاضری کی سعادت حاصل کی کانفرنس میں علمائے کرام کے عشق رسالت اور محبت رسول سے لبریز بیانات کا سلسلہ جاری تھا۔۔

قاری سعید احمد منتظم جامعہ علویہ حیدریہ نے کانفرنس کے آخری خطیب کو پرجوش انداز میں دعوت خطاب دی۔ اور وہ تھے فاتح مماتیت، محقق اہل السنت، مولانا محمد عبداللہ عابد وڑائچ حفظہ اللہ امیر اتحاد اہل السنت والجماعت پنجاب۔ مولانا موصوف نے اپنے بیان میں عقیدہ

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائلین کا تاریخی پس منظر بیان کیا اور بادلائل یہ ثابت کیا کہ اہل السنت والجماعت کا شروع دن سے یہ تواتر سے عقیدہ چلا آرہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں۔1965 سے پہلے اس کے منکرین کا دنیا میں کہیں وجود نہیں ہے مولانا نے کہا کہ خضر حیات صاحب نے فرمایا ہے کہ ان کے مقابلے میں ہم میدان میں نہیں آتے اور بھاگ جاتے ہیں آج میں اور مولوی خضر صاحب دونوں ایک ہی علاقے میں موجود ہیں وہ تشریف لائیں ہم ان سے گفتگو کرنے کو تیار ہیں۔مجھے ان کا چیلنج قبول ہے وہ تشریف لائیں ہم ان شاء اللہ علمی ماحول میں اس مسئلہ کو حل کرلیں گے مزید میں عشاء تک ان کا انتظار کرتا ہوں دریں اثنا مولانا خضر حیات کے تربیت یافتہ دو شاگرد۔۔ملا مقصود شاہین اور محمد رمضان۔۔۔مجمعے میں کھڑے ہوئے اور اپنے استاد کو گفتگو کرنے پر لانے کی آمادگی کا اظہار کیا۔ محترم جناب قاری سعید احمد کے حکم پر مذکورہ دو ساتھیوں کو پرامن طریقے سے جانے کا راستہ دیا گیا اور جلسہ بدستور جاری رہا۔

راقم نے جلسے کے اختتام پر عوامی تاثرات معلوم کرنے کی غرض سے وہاں پر موجود لوگوں سے سوال کیا:مولانا خضر حیات مماتی نے چیلنج دیا تھا جس کو مولانا عبداللہ عابد صاحب نے قبول بھی کرلیا ہے مزید خضر حیات کے شاگردوں نے بھی یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ ان کو یہاں مناظرے کے لیے ابھی لے آتے ہیں تو آپ لوگوں کا کیا خیال ہے کہ مولوی خضر حیات آج واقعی تشریف لائیں گے ؟لوگوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ وہ ہرگز نہیں آئیں گے۔اس پر راقم نے ایک اور سوال داغا کہ "کیوں؟"بعض پختہ عمر لوگوں نے کہا کہ یہ ہمارا تجربہ رہا ہے وہ چیلنج تو دے سکتے ہیں لیکن مناظرانہ گفتگو کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتے۔

بعد ازاں ملا مقصود شاہین اور محمد رمضان سے راقم نے انٹرویو لیا کہ کیا تم واقعی آج اپنے استاد محترم مولانا خضر حیات صاحب کو مولانا عبداللہ عابد کے سامنے لاؤ گے ابھی تک تمہارا

یہی موقف ہے تو شاگردوں کے تلوں کا تیل بھی ختم ہو گیا اور کہنے لگے :مولانا عبداللہ عابد ہمارے ساتھ گفتگو کرے۔راقم نے ان کے اترے ہوئے چہروں سے اندازہ لگا لیا کہ بے چارے ناسمجھ بچے ہیں جن کو اپنے استاد کی علمی کمزوری کا پتہ نہیں اور کنویں کے مینڈک کی طرح ساری علم کی کائنات اپنے استاد کے پندار میں سمجھ بیٹھے ہیں۔اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے استاد نے زندگی میں جب کبھی بھی عقیدہ حیات النبی پر مناظرہ کیا ان کے علم و تحقیق کا برج اسی دن زمین بوس ہو جائے گا۔

دوسری طرف۔۔اسی شہر تلہ گنگ میں مولانا خضر حیات کا بیان تھا۔انہوں نے اپنے بیان۔۔جو کہ بقول قاری محمد سلیمان (لیٹی والا) آپ وہ جلسے کی ریکارڈنگ سنیں خدا کی قسم آپ کو کوئی ایک لفظ بھی نہیں ملے گا خالصتاً اللہ کی توحید، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور رسالت بیان ہوئی ہے۔۔۔میں عالم اسلام کی معروف دینی شخصیت متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ اور ان کی جماعت کے علماء کرام کے بارے میں جو یاوہ گوئیاں کی ہیں ان کی ایک جھلک آپ بھی دیکھ لیں: کتورے، پستے (کتیا کے چھوٹے چھوٹے بچے) سبائی، ایرانی النسل، چوہے، نہ منہ نہ متھا جن پہاڑوں لتھا او ویہہ سور دا بچہ۔ٹاؤں ٹاؤں کی آوازیں بھی مولانا خضر حیات صاحب نکالتے رہے۔۔۔نامعلوم کیا بننے کا ارادہ تھا۔

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے علماء کا جم غفیر اسٹیج پر رونق افروز تھا لیکن کسی کی عقل میں بھی یہ بات نہ آئی کہ وہ اپنے مناظر کی لگام کھینچ کر سمجھائیں کہ یہ منبر اس لیے نہیں ہوتے بلکہ خالصتاً اللہ کی توحید اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور رسالت بیان کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔۔۔فالی اللہ المشتکیٰ

5 فروری کو عصر کی نماز کے بعد جامعہ علویہ حیدریہ میں اشاعت التوحید والسنۃ کے نمائندگان کا وفد تشریف لایا۔تقریباً پون گھنٹے کی گفتگو میں مناظرین کا اور موضوع کا تعین ہوا موضوع عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ اہل السنت والجماعت کی طرف سے مناظر

مولانا عبد اللہ عابد وڑائچ حفظہ اللہ اور اشاعت التوحید کی طرف سے مولانا خضر حیات کے نام تجویز کیے گئے۔

6 فروری صبح 10 بجے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کی طرف سے قاری شیر محمد ارشد، قاری محمد سلیمان، محمد ابراہیم توحیدی شیشے والا، امیر حسین کپڑے والا اور دیگر افراد کا وفد جامعہ علویہ حیدریہ آئے جہاں اہل السنت والجماعت کی طرف سے قاری سعید احمد، مولانا عبید الرحمن انور، مولانا فیض الرحمان، مولانا نور محمد آصف، مولانا غازی عباس، مولانا فضل محمود اور دیگر افراد پہلے سے ہی موجود تھے۔ اجلاس میں فریقین کی رضامندی سے درج ذیل قرار داد منظور پائی۔

آج مورخہ 6 فروری بروز پیر صبح 10 بجے ایک مشترکہ اجلاس زیر صدارت مولانا نور محمد آصف بمقام جامعہ علویہ حیدریہ تلہ گنگ میں منعقد ہوا جس میں جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کی طرف سے شرکاء اجلاس حضرت مولانا شیر محمد ارشد صاحب ناظم اعلی جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ ضلع چکوال اور قاری محمد سلیمان صاحب مبلغ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ اور بھائی محمد ابراھیم صاحب اور بھائی امیر حسین صاحب اور بھائی میراں بخش صاحب اور اھل السنت والجماعت دیوبند کی نمائندہ تنظیم بزم شیخ الھند کی طرف سے مولانا نور محمد آصف صاحب اور قاری فضل محمود صاحب اور مولانا عبید الرحمن انور صاحب اور قاری سعید احمد صاحب اور مولانا فیض الرحمن صاحب اور مولانا عبد الرحمن نظام صاحب اور نور محمد اعوان یہ تمام حضرات اس اجلاس میں موجود تھے اس اجلاس میں مناظرہ کے متعلق یہ شرائط طے ہوئیں۔

1. مناظرہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو گا۔
2. مناظرہ (اہل السنت والجماعت۔۔۔ اشاعتی علماء کے پرزور اصرار پر اس لیے لکھا گیا یعنی بقول ان کے یہ اہل السنت والجماعت ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل السنت والجماعت سے خارج ہیں ملاحظہ فرمائیں علماء دیوبند کے معتبر اور مستند

جامعات کے فتاوی جات۔۔۔ از راقم) اشاعت التوحید والسنۃ کی طرف سے مولانا خضر حیات بھکروی اور اہل السنت والجماعت دیوبند کی مقامی نمائندہ تنظیم بزم شیخ الہند کی طرف سے مولانا عبد اللہ عابد وڑائچ ہوں گے۔

3. مناظرہ حکیم محمد اعجاز کے مکان پر ہو گا متبادل جگہ مولانا شیر محمد ارشد کے پاس چکوال میں ہو گا۔

4. مناظرہ میں دونوں اطرف سے پچاس پچاس آدمی ہوں گے اور شرکاء مناظرہ کو کارڈ جاری کیے جائیں گے اور فریقین اپنے افراد کے خود ذمہ دار ہوں گے۔

5. مناظرہ 18 فروری بروز ہفتہ بوقت صبح 10 بجے ہو گا۔

6. دوران مناظرہ دونوں اطراف سے کوئی بھی نعرے بازی نہیں کرے گا۔

7. مناظرے سے قبل دعوی تحریر کیا جائے گا اور مناظرین دعوی کی تنقیح خود طے کریں گے۔

6 فروری کو ہی 3 بجے تلہ گنگ انتظامیہ نے فریقین کے سر کردہ افراد کو طلب کیا اور اپنے خدشات کا اظہار کیا فریقین نے انتظامیہ کو اعتماد میں لیا اور اس بات کا اطمینان دلایا کہ کسی طرح کا کوئی جھگڑا فساد نہیں ہو گا چنانچہ انتظامیہ نے اجازت دی اور ساتھ ہی یہ شرط عائد کی دس دس افراد فریقین لائیں گے ۔ جس کی نقل ہمارے پاس محفوظ ہے ۔ بوقت ضرورت دکھلائی جاسکتی ہے۔

اس مشترکہ اجلاس کی شق نمبر تین کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں مقام مناظرہ میں حکیم محمد اعجاز کا مکان تجویز ہوا تھا لیکن غالبا 14 فروری کو تلہ گنگ انتظامیہ نے بعض ناگزیر وجوہ کی بناء پر اسے منسوخ کر دیا۔ حکیم محمد اعجاز صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں اس کی وضاحت کی ہے وہ بھی ہمارے پاس ریکارڈ میں موجود ہے۔

16 فروری کو جامع مسجد الحبیب تلہ گنگ میں فریقین کی ایک میٹنگ طے ہوئی اس میں علمائے اہل السنت والجماعت کی طرف سے مولانا نور محمد آصف، قاری سعید احمد اور مولانا عبید الرحمن انور جبکہ اشاعت التوحید کی طرف سے قاری شیر محمد ارشد، محمد ابراہیم توحیدی شیشے والا اور امیر حسین کپڑے والے نے شرکت کی اس میں ایک متبادل مقام مناظرہ طے کیا اس خفیہ میٹنگ میں حلفاً فریقین نے اقرار کیا کہ اس کا 18 فروری تک کسی کو نہیں بتلائیں گے اور یہ بات صیغہ راز ہی میں رہے گی۔

لیکن۔۔ وہی ہوا جس کا ڈر تھا فریق مخالف اپنے حلف پر باقی نہ رہا اور شام کو المدد المدد یا پولیس یا پولیس کی صدا لگائی انتظامیہ کو متبادل طے شدہ مقام مناظرہ کی مخبری کر دی۔ شاید یہ سوچ کر کہ اب انتظامیہ کی رکاوٹ کی وجہ سے اہل السنت والجماعت بزدلی کی چادر اوڑھ لیں گے اور مقام مناظرہ پر ایفائے عہد کی بجائے نقض عہد کریں گے۔ جبکہ اہل السنت والجماعت نے طے شدہ مقام پر وقت مقررہ پر پہنچ کر یہ ثابت کر دیا کہ وہ اس مسئلے کا مثبت حل چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں تلہ گنگ انتظامیہ بھی ہمارے اس موقف سے ضرور متفق ہو گی کیونکہ جبتک اس کا علمی حل تلاش نہیں کر لیا جاتا فریق مخالف کی طرف سے اس میں یک طرفہ شدت سے اہل السنت والجماعت سے وابستہ افراد کی کھلم کھلا دل آزاری ہے۔

❀❀❀

17 فروری کی شب جب دنیائے مماتیت سہم کر سو چکی تھی اس وقت اہل حق کا قافلہ مولانا عبد اللہ عابد وڑائچ، مولانا مفتی محمد آصف، قاری سعید احمد، مولانا غازی عباس، مولانا محمد بلال اور راقم ایفائے عہد کی داستان رقم کرنے کے لیے طے شدہ مقام مناظرہ کی طرف سرک رہا تھا۔ تقریبا صبح 6 بجے ہم لوگ مقام مناظرہ جا پہنچے اور وقت موعود۔ 10 بجنے۔ کا شدت سے انتظار کرنے لگے۔

راقم کے دل میں نجانے خیالات اٹھ رہے تھے کہ کیا واقعی مناظرہ ہو گا ؟ کیا آج باطل پرست فرقہ ، عصر ہذا کے معتزلہ واقعی نبی پاک کی حیات کا انکار قرآن وسنت سے کریں گے ؟؟ خضر حیات صاحب جو اسٹیج پر اپنی عوام کو طفل تسلیاں دے رہے ہوتے ہیں وہ آج واقعی دلیری کا مظاہرہ کریں گے ؟ ہائے بسا آرزو کہ خاک شدہ

10 بھی بج گئے لیکن طے شدہ مقام مناظرہ ملک یعقوب صاحب کا ڈیرہ ڈھوک گورایہ پر اشاعت التوحید کی طرف سے فریق ثانی کا کوئی فرد بشر نہیں دکھائی دیا۔ مولانا عبد اللہ عابد وڑائچ ان کے ساتھ قاری سعید احمد ، مفتی محمد آصف ، غازی عباس اور مالک مکان ملک یعقوب صاحب نے بھی اپنا اپنا بیان ریکارڈ کرایا۔ عین اسی وقت ahnafmedia.com پر براہ راست عابد جمشید رانا نے فون لائن پر لیا تازہ ترین صورت حال سے ہم نے ان کو تفصیلاً آگاہ کیا اور موقع پر ریکارڈنگ بھی کی ۔ المختصر ۔۔۔ پون گھنٹے کے قریب گزرنے پر بھی جب اشاعتی علماء مناظرین تشریف نہ لائے تو ہم بھی آگے چل دیے۔

❀❀❀

ادھر کیا ہو رہا تھا اشاعتی لوگوں کی طرف سے جھوٹے میسجز ، جھوٹی کالیں افواہیں اور من گھڑت خبریں پھیلائی جا رہی تھیں جھوٹ کو اس قدر عام کیا جا رہا تھا کہ لوگ اس کو سچ سمجھ لیں یا کم از کم سچ میں شک ضرور کر لیں وہی بات جس کا ذکر میں شروع مضمون میں کر دیا تھا کہ گوئبلز کے متبعین اس کے نقش قدم پر تھے۔ عین اسی وقت مجھے گوئبلز کا انجام بھی یاد آنے لگا جب وہ یکم مئی 1945 کو خود سوزی کر کے مرنے لگا تو اس نے برملا اس حقیقت کا اظہار کیا ”میں آج اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ سچ ؛ سچ ہوتا ہے اور جھوٹ ؛ جھوٹ ہوتا ہے ۔۔۔ بلکہ یہ بھی کہا کہ آپ سچ کو کچھ وقت کے لیے جھوٹ اور جھوٹ کو کچھ وقت کے لیے سچ کر سکتے ہیں مگر سچ عمر بھر کے لیے جھوٹ اور جھوٹ عمر بھر کے لیے سچ نہیں کر سکتے۔“

گوئبلز تو چل بسا۔ مگر اس کے متبعین (مماتی) آج بھی اس کے غلط وضع کردہ اصول پر کاربند نظر آتے ہیں۔ اے کاش متبعین کا یہ گروہ گوئبلز کی آخری نصیحت کو مان لیتا۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ یہ گروہ آج بھی شکست خوردہ قوم کی عادات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ ناداں کہیں کے۔

خیر چھوڑیے!

جن کو آپ تلاش کرنے نکلے تھے وہ آپ کو مل گئے یا نہیں؟ بتایئے گا ضرور۔۔۔۔!

انا للہ وانا الیہ راجعون

❀ بھائی صفت الٰہی کچہ پکہ آف قصور کے والد محترم انتقال کر گئے ہیں۔

❀ مہر محمد جاوید محکمہ آفیسر ایجوکیشن آف قصور کو نامعلوم افراد نے گھر میں گھس کر قتل کر دیا ❀ حافظ محمد اشرف پتلی 189 آف کمالیہ کی والدہ محترمہ انتقال کر گئی ہیں۔ ❀ حضرت مولانا سیف اللہ لیاقت نفیسی (جمعیت علماء اسلام) انتقال کر گئے ہیں۔ اور وہ تمام بے گناہ لوگ جو بم دھماکوں میں مارے گئے یا کسی ناگہانی حادثے کا شکار ہوئے ماہنامہ بنات اہل السنت کے مدیر اعلیٰ مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ اور ان کی ساری ٹیم ان کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتی ہے اللہ تعالیٰ مرحومین کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کی قبور کو منور فرمائے آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم۔

نوٹ: قارئین کرام اپنے فوت شدگان کی اطلاع بذریعہ میسج کر دیا کریں تاکہ ایصال ثواب کی اپیل میں ان کا نام شامل ہو سکے۔ 03324576084

نٹ کھٹ زاویے

ڈاکٹر منصور احمد باجوہ

1. انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ سے ملاقات کیلیے بھی کبھی کبھار وقت نکال لیا کرے۔
2. اچھی تقریر کے لیے ضروری ہے کہ اس کا آغاز اچھا ہو، انجام اچھا ہو اور درمیان میں کچھ نہ ہو۔
3. تجربہ وہ چیز ہے جو آپ ہمیشہ ضرورت کے فوراً بعد حاصل کر لیتے ہیں۔
4. ہر شخص چاہتا ہے کہ حق اس کی طرف ہو کم ہی چاہتے ہیں کہ وہ حق کی طرف ہوں۔
5. کون کہتا ہے کہ ہم وقت ضائع کرتے ہیں، ہم صرف اپنے آپ کو ضائع کرتے ہیں۔
6. افسوس ہم نے وقت کو گھڑیوں کے ہاتھوں میں دے دیا۔
7. وقت پیسے سے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ ہمیں پیسہ تو اور مل سکتا ہے، وقت نہیں مل سکتا۔
8. ذرا سوچئے اپنے آپ کو بدلنا کتنا مشکل ہے؟ پھر سمجھ آئے گا کہ دوسروں کو بدلنے کا کیا امکان ہے۔
9. وقت وہ واحد چیز ہے جو ہر چیز کو ایک ہی وقت پر ہونے سے روکتی ہے۔
10. تجربہ بڑا سنگدل استاد ہے۔ امتحان پہلے لیتا ہے اور سبق بعد میں دیتا ہے۔
11. باقاعدگی سے سونا بڑھاپے کو روکتا ہے، خاص طور پر ڈرائیونگ کے دوران۔
12. زندگی ایک اچھا ڈرامہ ہے مگر اس کا تیسرا پارٹ بڑا کمزور ہے۔
13. جھگڑنے کے لیے دو آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے ختم کرنے کیلیے صرف ایک کی۔
14. اگر ممکن ہوتا تو لوگ "نوبل امن انعام" کے لیے مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔
15. مصیبت کو کبھی آگے جا کر نہ ملیں، اسے پورا راستہ طے کرنے دیں، اکثر اسے آپ تک پہنچتے پہنچتے کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے۔

16. اگر آپ کے دشمن نہیں ہیں تو ذرا کسی چیز کو بدل کر دیکھیں۔

17. اپنے خوابوں کو سچ کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے، آنکھیں کھول لیں۔

18. مفلسی انسان کو اپنے آپ سے متعارف کراتی ہے، دولت دوسروں سے۔

19. بینک وہ ادارہ ہے جو آپ کو اس وقت چھتری دیتا ہے جب موسم اچھا ہو اور جونہی بارش شروع ہو واپس لے لیتا ہے۔

20. امید غریب آدمی کی آخری امید ہے۔

21. وہ جو مصیبت کی تلاش میں نکلے، مصیبت اسے ہمیشہ مل جاتی ہے۔

22. ہمیشہ یاد رکھیے! کہ پوری کائنات میں آپ منفرد ہیں، باقی سارے لوگوں کی طرح۔

23. اپنے والدین کی غلطیاں دہرانے سے بچنے کا آسان ترین طریقہ، برتھ کنٹرول ہے۔

24. سب سے اچھا مہمان وہ ہے جس کی موجودگی میں میزبان اپنے آپ کو اپنے گھر میں ہی محسوس کرے۔

25. کتنے عقلمند لگتے ہیں وہ لوگ جو ہمارے پاس مشورے کے لیے آتے ہیں۔

گوہر، جوہر اور شوہر

مولانا ذوالفقار علی خاں گوہر، شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر تین بھائی تھے۔ شوکت صاحب، منجھلے تھے۔ انہوں نے 54 سال کی عمر میں ایک اطالوی خاتون سے شادی کر لی۔ اخبار نویس نے اور سوالات کرنے کے بعد شوکت علی سے پوچھا کہ آپ کے بڑے بھائی گوہر ہیں اور آپ کے چھوٹے بھائی جوہر، آپ کا کیا تخلص ہے تو فوراً بولے: "شوہر"

آسیہ مقصود، بھکر

پندرھویں صدی ہجری کی ماں اور بیوی

گل خان

روسی مظالم کے خلاف افغانیوں کے عزم وحوصلے کی عکاسی کرنے والی کہانی

دھماکہ زور دار گڑگڑاہٹ چیخیں۔ سسکیاں اور پھر خاموشی۔ گہری خاموشی۔ موت کا سناٹا۔۔ گل خان جھاڑیوں کی اوٹ سے نکلا چند منٹ پہلے وہاں ایک بیرک نما کمرہ تھا۔ اب وہاں کچھ بھی نہ تھا گری پڑی اینٹیں۔۔ ٹوٹی پھوٹی لکڑیاں۔۔ جھلسی ہوئی زمین، دھواں اٹھ رہا تھا۔ گہری خاموشی اور تاریکی میں گل خان مسکرادیا۔ اس نے آس پاس پھیلی ہوئی تاریکی پر نگاہ ڈالی جہاں تک نگاہ جارہی تھی اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔

وہاں وہ اس وقت اکیلا تھا۔۔ خود مختار، بے خوف، آزاد! اس نے زنجیر کی ایک کڑی توڑ دی تھی۔ زمین کا وہ ٹکڑا آزاد ہو چکا تھا۔ اب اس علاقے سے سرکاری اور روسی فوج کی ایک اور چوکی نیست ونابود ہو چکی تھی۔۔ ایک عجیب سی طمانیت اور سکون سے اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ وہ دو گھنٹے پہلے جب اس علاقے میں پہنچا تھا تو اس وقت بھی اس کے دل میں کوئی خوف نہ تھا وہاں وہ ایک عجیب طرح کی بے چینی اور اضطراب محسوس ہو رہا تھا۔ جب بھی اسے کسی مہم یا مشن کو انجام دینے کے لیے جانا پڑتا تو دشمن کے خلاف قدم اٹھانے سے پہلے اس کا دل کچھ بے چین اور مضطرب ہو جاتا تھا۔ شروع شروع میں وہ اپنے اس اضطراب کو سمجھ نہ پایا تھا۔ وہ اپنے آپ کو کوستے ہوئے کہتا، گل خان کیا تم خوف محسوس کرتے ہو۔ لیکن وہ اپنا دل خوف سے خالی محسوس کرتا۔۔ اور سوچنے لگتا۔ پھر یہ بے چینی، یہ اضطراب کیوں؟

لیکن اب وہ عرصے سے اس کیفیت کو سمجھ گیا تھا۔ یہ بے چینی، یہ اضطراب، ایک خواہش کی تکمیل سے پہلے کے لمحے کی کیفیت تھی۔ وہ ناکامی کا منہ نہ دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی جان ہتھیلی پر لیے ایک سپر پاور کے خلاف جنگ لڑ رہا تھا۔ اسے اپنی جان جانے کا کوئی خوف نہ تھا۔

احساس ہوتا تو اس بات کا کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو جائے۔ اب وہ پوری طرح مطمئن تھا۔ اس نے یہ اہم اور خطرناک فریضہ سر انجام دے دیا تھا۔

پچھلے دس دنوں میں اس علاقے میں تیرہ فوجی چوکیوں کو اڑایا جا چکا تھا۔ اس پورے علاقے میں صرف تین چوکیاں اب باقی رہ گئی تھیں۔ جہاں روسی اور سرکاری فوج کے سپاہی قابض تھے۔ آج کی رات بقایا تینوں چوکیوں کو اڑا کر اس پورے علاقے پر غیر ملکی فوج کے تسلط کو ختم کرنے کا فیصلہ ہو چکا تھا ان چوکیوں کی تباہی کی صورت میں یہ پورا علاقہ آزاد اور خود مختار ہو جاتا۔ اہل حق کے قبضے میں آجاتا۔

گل خان کو یہ چوکی اڑانے کے لیے خاص طور پر چنا گیا تھا۔ وہ اس علاقے کا بھیدی تھا چپے چپے سے واقف تھا۔ ایک ایک موڑ اور ایک ایک پتھر سے اس کی آشنائی تھی۔ اس چوکی سے چند میل کے فاصلے پر ہی تو اس کا گاؤں تھا۔ سالار نے اسے یہ فرض سونپتے ہوئے کہا تھا: ”گل خان! گھر کی یاد بڑی ظالم ہوتی ہے میں جانتا ہوں۔ جب تم اس علاقے میں پہنچو گے تو قدم قدم پر تمہارے دل میں یہ خواہش پیدا ہو گی کہ تم اپنے گاؤں جاؤ۔ تم اپنے گاؤں جا سکتے ہو لیکن ایک شرط پر۔۔ پہلے تم اپنا فرض ادا کرو گے اس کے بعد تم اپنے گاؤں جاؤ گے اور پھر پو پھٹنے سے پہلے گاؤں سے نکل جاؤ گے۔“

گل خان نے ہنس کر کہا: ”میں جب تک اپنے کام کو سر انجام نہ دے لوں گا گاؤں جانے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤں گا۔“ گل خان نے پھر چاروں طرف دیکھا رات تاریکی تھی کوئی اِکا دُکا دھندلا دھندلا سفید ستارہ آسمان پر ٹمٹما رہا تھا۔ گل خان اچانک زمین پر بیٹھ گیا۔ اسے یوں لگا جیسے زمین اسے پکار رہی تھی۔ ایک عجیب مدھم پر اسرار آواز میں۔۔ وہ اسے کہہ رہی تھی۔ ”میرے بیٹے! میرے مجاہد! میرے غازی! تم نے اپنی ماں کی عزت پر حرف نہ آنے دیا۔ مجھے تم پر فخر ہے۔ جس ماں کے بیٹے اتنے غیرت مند، بہادر، دلیر اور شجاع ہوں وہ ماں کبھی کسی کی ملازم اور باندی نہیں بن سکتی۔“

گل خان کی آنکھیں نم ہو گئیں اس نے آہستہ سے کہا۔۔"ماں! عظیم ماں! میں تیرا بیٹا ہوں کیا تو کسی لمحے ہم سے مایوس ہو گئی تھی؟ نہیں ماں۔۔یہ تو صرف تو جانتی تھی ہم نے کبھی کسی غیر کے قدم کو تیرے مقدس سینے پر اپنا نشان بنانے نہیں دیا۔تو ہمیشہ آزاد رہی ہے ہمیشہ آزاد رہے گی۔"گل خان نے یوں محسوس کیا جیسے زمین اندھیرے میں پاؤں پھیلائے اس وقت نیم بیداری کی کیفیت میں تھی۔اس زمین نے اطمینان کی ایک لمبی سانس لی اور پھر آنکھیں بند کر کے سونے لگی میٹھی نیند۔۔

گل خان تیزی سے آگے بڑھا۔چند منٹ پہلے یہاں فوجی چھاؤنی تھی اب وہاں خرابہ تھا جھک کر تاریکی میں ملبے کو ٹٹولنے لگا۔اب وہ ان کاموں کا عادی ہو چکا تھا۔تھوڑی دیر میں وہ تین رائفلیں ملبے کے نیچے سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔پندرہ بیس منٹ بعد وہ مزید دو رائفلیں ڈھونڈھ چکا تھا۔اس نے پانچوں رائفلیں اٹھائیں اور پھر جھاڑیوں کی طرف چل نکلا۔جھاڑیوں کے پیچھے ایک بڑا تھیلا پڑا تھا۔بوری نما تھیلا۔اس میں کئی چیزیں بھری ہوئی تھیں اس نے ان پانچوں رائفلوں کو بھی ان میں ڈالا اور پھر تھیلے کو کندھے پر رکھ کر چل پڑا۔

گل خان نے آسمان کی طرف دیکھا۔پھر وہ چل پڑا۔۔۔اب وہ گاؤں جا سکتا تھا۔ابھی پو پھوٹنے میں کئی گھنٹے تھے۔گل خان نے اندازہ لگایا کہ یہاں سے تیز تیز چلتا ہوا ڈیڑھ گھنٹے میں اپنے گاؤں پہنچ سکتا ہے۔اپنے گھر میں ایک ڈیڑھ گھنٹہ ٹھہرنے کہ بعد وہ پو پھوٹنے سے پہلے گاؤں سے نکل سکتا ہے۔اسے صبح ہونے تک ہرات کی طرف جانے والی سڑک کے ایک طرف اپنے خفیہ کیمپ میں پہنچنا تھا۔وہ بار بار فاصلے اور وقت کو ذہن میں لا رہا تھا۔اسے یقین تھا کہ وہ ٹھیک وقت پر اپنے کیمپ پہنچ جائے گا۔

اس کے قدموں کی چال خود بخود تیز ہو گئی وہ اپنے آپ کو بے حد ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ذہن اس کے قدموں سے بھی تیز تھا چہرے آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے۔روشن منور ،ان پر رات کی تاریکی کی کوئی پرچھائیں تک نہ تھی۔

نوری۔۔زینب۔۔اماں۔۔اسے وہ دن یاد آرہا تھا جب وہ قافلہ حق میں شامل ہونے کے لیے اپنے گھر سے نکلا تھا۔ایک سال دو ماہ دس دن پہلے اسے ایک ایک دن یاد تھا ایک سال دو ماہ دس دن سے اس نے نہ نوری کو دیکھا تھا نہ زینب کو نہ اماں کو۔ان کی خیریت کی کوئی خبر بھی نہ ملی تھی۔خط و کتابت کا تو وہاں سوال ہی کہاں تھا۔ایک ایک لمحہ اسے یاد آرہا تھا۔ان لمحوں کو اس نے بار بار اپنی یادوں، اپنے تصور اور اپنے ذہن میں تازہ کیا تھا۔جس لمحے کو وہ چاہتا اپنے ذہن میں روک کر دیکھتا رہتا تھا۔۔۔لیکن اب جب وہ ایک سال دو ماہ دس دن کے بعد اپنے گاؤں جا رہا تھا۔تو اس وقت یہ لمحے پہلے سے بھی زیادہ منور ہو چکے تھے۔

ماں اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔۔۔چہرے پر جھریاں، آنکھیں چندھی سی ہو رہی تھیں۔بڑے دہانے باریک ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ہاں اماں! میں جا رہا ہوں، اس نے کہا پھر اپنی بوڑھی ماں کی طرف دیکھا تھا۔اس کا خیال تھا کہ اس کی بوڑھی ماں بے حد رنجور، دُکھی اور غم زدہ دکھائی دے گی۔اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں بہہ رہی ہوں گی لیکن وہ جھریوں سمیت مسکرا رہی تھی۔

اس نے سوچا کہ اماں اداس نہیں تو یہ مسکرانے کا بھی موقع نہیں۔پھر اماں کیوں مسکرا رہی ہے میری اماں نے تو مجھ پر کبھی طنز نہیں کیا۔آج کہیں اماں طنزیہ اور جلے بھنے انداز میں مسکرا کر میرے ارادے کی راہ میں دیوار بننے کا ارادہ تو نہیں کر رہی۔کہیں زینب نے اسے پٹی تو نہیں پڑھا دی۔۔۔زینب کی شریر آنکھیں اس کی نگاہوں کے سامنے چمکنے لگیں۔

گل خان! وہ اپنی اماں کی آواز سن کر چونک پڑا تھا۔تمہیں جانا چاہیئے میں تمہارا راستہ نہیں روکوں گی لیکن تمہیں مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہو گا۔وعدہ؟ اماں کیسا وعدہ؟

ایک ہی وعدہ۔۔۔گل خان! تم پیٹھ پر گولی نہیں کھاؤ گے۔اس کی اماں کی آواز میں ایک انتباہ تھا۔۔۔ایک عجیب سا طنطنہ۔

اس نے اپنی اماں کی طرف دیکھا تھا۔ اس وقت اس کا سر تنا ہوا تھا، چندھی آنکھیں شرارے اُگل رہی تھیں۔ چہرے پر ایک علامت آمیز عجیب سی استقامت تھی۔ شدت جذبات سے اس کے وجود میں لرزش پیدا ہو چکی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی، تم نے وہ گیت سنا ہے نا دشمن کا سر ہمیشہ کے لیے جھکا دو، اس کا سر کاٹ دو۔ گل خان کو اس وقت یہ پورا گیت یاد آ گیا تھا۔ صدیوں پرانا گیت جسے وہ اپنے بچپن سے سنتا چلا آ رہا تھا۔ ہاں اماں مجھے وہ گیت یاد ہے۔

اچانک گل خان نے محسوس کیا تھا کہ اس کی اماں کچھ ڈھیلی سی پڑ گئی ہے۔ اس کہ چہرے پر اداسی کی پرچھائیاں بھی دکھائی دینے لگی لیکن آنکھوں میں وہی چمک ہے۔ وہی شرارے دہکتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اماں بڑبڑا رہی تھی۔ "وطن کا دشمن۔۔۔ وطن کا دشمن اس کا سر کاٹ دو۔" گل خان کو وہ لمحہ یاد آیا۔ جب اس نے اپنی بوڑھی ماں کو اپنے مضبوط بازوؤں میں سمیٹ لیا تھا۔ اماں اس کو چوم رہی تھی۔ اسے اپنے سینے سے لگا رہی تھی اور گل خان عجیب رندھے رندھے لہجے میں کہہ رہا تھا "اماں! میں وطن کو اس کے دشمنوں سے پاک کر دوں گا۔ میں سینے پر گولی کھاؤں گا۔"

پھر ایک دوسرے لمحے میں اس کی نگاہ جب اٹھی، تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی زینب دروازے کے پاس کھڑی ہے اور ماں بیٹے کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی ہے۔ اماں نے اپنی بہو کو دیکھا تو بولی: "جانے کا وقت قریب آ گیا ہے، زینب سے بھی تو بات کر لے۔" پھر وہ کمرے سے نکل گئی۔

زینب جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی اسے دیکھتی رہی تھی، گل خان کو کوئی بات نہ سوجھ رہی تھی۔ پچھلے کئی دنوں سے وہ زینب کو اپنے جانے کے بارے میں بتا چکا تھا۔ اس نے زینب سے کہا تھا: "میں بے غیرت نہیں ہوں زینب! زینب وہ ہمارے مذہب کو بدل دیں گے۔ اگر ہم نے اس ظالم حکومت اور روسیوں کا مقابلہ نہ کیا تو ہمیشہ کے لیے غلام ہو جائیں گے۔ زینب! کیا تم ایک بے غیرت شوہر کی بیوی بن کر زندہ رہ سکتی ہو؟" زینب نے اپنا سر اس کے

کاندھے سے ٹکا دیا تھا اور کہا تھا: ”ہم بے غیرت نہیں ہیں گل خان! میرے بابا نے مجھے یہ سبق پڑھایا تھا کہ اپنے میاں کو کبھی بے غیرتی نہ سکھانا۔ میں بے غیرت کی بیوی بن کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ گل خان تم اللہ کا نام لے کر دشمنوں کا سر کاٹنے جاؤ۔ میں تمہارے لیے دعا کروں گی۔“

گل خان اڑا چلا جا رہا تھا فاصلے سمٹ رہے تھے۔ وہ اس علاقے کے ایک ایک راستے ایک ایک موڑ سے واقف تھا۔ آنکھیں بند کر کے وہ اپنے گاؤں پہنچ سکتا تھا۔ یادیں اور وہ سارے لمحے جو آخری اور الوداعی ملاقات کو اندر سموئے ہوئے تھے۔ ان میں بعض لمحے بہت اذیت ناک تھے بعض لمحے آنسوؤں میں بھیگے ہوئے تھے۔ اپنی دو برس کی بیٹی نوری کو گود میں لے کر ہوا میں اچھالتے ہوئے وہ سوچا کرتا تھا۔ جب میں روسیوں سے مقابلہ کرنے کے لیے جاؤں گا تو یہ مجھے بہت یاد آئے گی اور اس کی یاد مجھے بوجھل کر دیا کرے گی۔ کبھی کبھی وہ سوچتا تھا۔ اگر میں بھی مر گیا تو!!! اس کے بعد گل خان کا ذہن تاریک ہو جاتا۔ دل ڈوبنے لگتا وہ سوچتا، نوری یتیم ہو جائے گی۔ یہ تو ابھی اتنی چھوٹی سی ہے کہ اسے تو میری شکل بھی یاد نہ رہے گی۔ دوسرے لمحے وہ دانت پیسنے لگتا۔ اور دل میں کہتا: ”گل خان! کیا تو بزدل ہو گیا ہے۔“ وہ سب کچھ سننے کے لیے تیار تھا لیکن بزدل کہلوانا اسے پسند نہ تھا۔ اس سے بہتر تو یہ تھا کہ وہ مر جاتا۔

اس وقت جب اس کے قدم تیزی سے اپنے گاؤں کی طرف اٹھ رہے تھے۔ آنکھوں کے سامنے نوری کا چہرہ بار بار آ رہا تھا۔ سب سے روشن، منور چہرہ سرخ رخسار پھولے پھولے، بال بھورے، چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں، توتلے لہجے میں گنے چنے الفاظ پر مشتمل کچھ مبہم اور کچھ غیر مبہم باتیں۔۔۔

ایک لمحے کے لیے گل خان رک سا گیا۔ وہ راستہ نہیں بھولا تھا۔ وہ ٹھیک راستے پر جا رہا تھا۔ اس کا ایک ایک قدم اسے گاؤں کے قریب تر لا رہا تھا۔ لیکن نوری کا جاں فزا تصور تھا جس نے ایک لمحے کے لیے اس کے قدم روک دے تھے۔ جب گاؤں سے رخصت ہوا اس لمحے اس نے اپنی اماں اور اپنی بیوی زینب کی طرف دیکھا تھا اس کی اماں اور اس کی بیوی سمجھ گئیں تھیں

کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ کس چیز کی تلاش میں ہے: ”نوری سو رہی ہے۔“ زینب نے آہستہ سے کہا تھا، آج جلد سو گئی اماں نے کہا۔ گل خان نے سوچا تھا کہ وہ جانے سے پہلے نوری کو خوب پیار کرے گا۔ اسے سینے سے لگائے گا، اس کو ہنسائے گا۔ لیکن نوری آج جلدی سو گئی تھی۔ میں اسے لاتی ہوں، زینب نے کہا تھا۔ نہیں سونے دو اسے، جاگ گئی تو پھر دیر تک روتی رہے گی، اماں نے کہا تھا۔

گل خان نے کوئی بات نہیں کی۔ اس نے دیکھا کہ کوٹھری میں اس کی چارپائی پر نوری میٹھی نیند سو رہی ہے۔ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم ہے۔ جیسے وہ سوتے میں کوئی خوبصورت خواب دیکھ رہی ہو۔ گل خان کا جی چاہا کہ وہ اسے جھنجھوڑ کر اٹھا دے۔ اسے بازوؤں میں لے کر بھینچے پھر اسے ہوا میں اچھالنے لگے۔ لیکن وہ چند لمحوں تک سوئی ہوئی نوری کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ جھکا اور اس نے جھک کر پہلے تو نرمی سے نوری کے بالوں کو سنوارا۔ پھر اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھ کر اسے پیار کیا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

نوری خواب میں مسکرا رہی تھی اس کی مسکراہٹ کچھ اور شوخ ہو گئی تھی سوئی ہوئی نوری ہمیشہ اس کے خیالوں اور ذہن میں موجود رہی۔

کچھ تیز تیز چلنے سے، کچھ یادوں کی حدت سے اور کچھ جذبات کی شدت سے گل خان کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ وہ اب گاؤں کے قریب آ چکا تھا۔ اس نے چاروں طرف نگاہ ڈالی وہ ٹھیک راستے پر جا رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے اپنے آپ سے کہا: ”نصف گھنٹے میں اپنے گاؤں میں پہنچ جاؤں گا۔“ اس نے سوچا: اماں اور زینب اچانک اسے اپنے سامنے دیکھ کر کتنا خوش اور کتنا حیران ہوں گی۔ گل خان مسکرایا، اور اس نے دل ہی دل میں کہا: نوری اب بھی سو رہی ہو گی۔ لیکن اسے جگا دے گا۔ ہاں اب وہ اسے سونے نہ دے گا۔ وہ اسے جگا کر خوب باتیں کرے گا۔

گل خان نے ایک لمبا سانس بھرا۔ اسے احساس تھا کہ اس کے پاس وقت بہت کم ہے وہ زیادہ دیر تک گاؤں میں نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ لیکن وہ جتنی دیر بھی ٹھہرے گا۔ اس میں اپنی اماں

کو یہ ضرور بتائے گا کہ اس کا گل خان بہادر ہے۔ وہ اپنے کچھ معرکوں کی کہانی اپنی اماں کو ضرور سنائے گا کہ کس طرف اس نے کئی دفعہ دشمن کو جان پر کھیل کر ختم کیا۔ کس طرف کئی بار ایسا ہوا کہ اس کی اپنی زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ لیکن وہ مطلق ہراساں نہ ہوا۔ وہ اماں کو بتائے گا کہ وہ اب بھی ایک فوجی چوکی تباہ کر کے آرہا ہے وہ ایک سچا مسلمان ہے۔ وہ اماں کو کارمل حکومت کے مظالم کی داستانیں سنائے گا اور بتائے گا کہ انہوں نے کس طرف جان کی بازی لگا کر کارمل حکومت اور روسیوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ کچھ علاقہ آزاد ہو چکا ہے جس پر اب صرف اہل حق کا کنٹرول ہے اور روسی اور کارمل فوجی اس علاقے میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ وہ اپنی ماں کو یہ خوشخبری سنائے گا کہ جلد بہت جلد وہ کارمل حکومت سے اپنے ملک کو نجات دلا دیں گے۔

وہ گاؤں کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔ گاؤں کے چھوٹے چھوٹے مکان بڑے بڑے دھبوں کی صورت میں دکھائی دینے لگے تھے اسے یوں لگا جیسے سارا گاؤں ابھی جاگ جائے گا۔ اس کے قدموں کی آواز سن کر سارے گاؤں کے لوگ اس سے ملنے چلے آئیں گے۔ گاؤں تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، خاموش، پر سکون، کوئی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ گل خان کے دل کی آواز تیز ہو گئی۔ قدموں میں بھی کچھ لڑکھڑاہٹ سی پیدا ہوئی۔ آنکھوں میں نمی جھلکنے لگی۔ اس نے اپنی آستین سے آنکھوں کو رگڑا اور پھر تیز تیز چلنے لگا۔

چند لمحوں بعد وہ گاؤں کی حدود میں داخل ہو چکا تھا۔ یہ اس کا گاؤں تھا۔ جہاں اس کا بچپن گزرا تھا۔ جہاں وہ بڑا ہوا تھا۔ جہاں اس کے باپ کی قبر تھی۔ جہاں اس کی شادی ہوئی تھی اور وہ زینب کو بیاہ کر اپنے گھر لایا تھا۔ اس گاؤں میں اس کی بہادر اور غیرت مند اماں رہتی تھی۔ اس گاؤں میں اس کے دوست تھے۔ سب لوگ اپنے تھے اس کہ اپنے چھوٹے سے گھر میں اس کی اپنی بیٹی نوری سو رہی تھی۔ اس نے اپنے آپ سے کہا: ”میں جاتے ہی اسے جگا دوں گا۔ اسے پیار کروں گا میں جتنی دیر گاؤں میں ٹھہروں گا نوری کو اپنی گود میں لیے بیٹھا رہوں گا۔“ وہ ایک گلی میں داخل ہوا۔ اس گلی کے سرے پر اس کا گھر تھا۔ اس کے کانوں میں میٹھے میٹھے نغمے گونجنے

لگے۔ اس نے اپنے آپ کو بے حد جذباتی محسوس کیا۔ لمبے عرصے کے بعد وہ پہلی بار اپنے گھر آرہا تھا۔ اتنی دیر وہ اپنے گھر سے غائب نہ ہوا تھا۔

اپنے گھر، چھوٹے سے گھر کے دروازے کے سامنے جا کر وہ کھڑا ہو گیا۔ چند لمحے وہ گھر کے دروازے کو گھورتا رہا۔ ابھی یہ دروازہ کھلے گا اور پھر۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ خاموشی، سناٹا۔۔ تاریکی۔۔۔ کوئی جواب سنائی نہ دیا۔ کسی کے قدموں کی چاپ نہ آئی۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ دھندلے ستارے ٹمٹمارہے تھے ایک بار پھر اس نے دستک دی۔ خاموشی۔۔ سناٹا۔۔ گل خان کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ ایک عجیب سا درد سینے میں اٹھنے لگا تھا گھر کے اندر سے کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ خدایا۔۔ اماں بیمار تو نہیں گل خان نے سوچا پھر اسے زینب کا خیال آیا، زینب کو اٹھنا چاہیے۔ اسے دروازہ کھولنا چاہیے۔ زینب بڑی خدمت گزار ہے ایسا تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ اماں کی دیکھ بھال اور خدمت سے غافل ہو گئی ہو۔

کون ہے۔۔؟ اندر سے مدھم سی کراہتی ہوئی درد میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ میں ہوں۔۔ گل خان۔۔ گل خان۔۔ اسے یوں لگا جیسے تاریک اور خاموش گاؤں میں اس کی آواز گونجنے لگی میں ہوں۔۔ گل خان۔۔ گل خان۔ تم دروازہ کیوں نہیں کھولتے؟ میں۔۔۔ میں بہت دیر کے بعد، بہت دور سے آیا ہوں۔ میرے پاس وقت کم ہے دروازہ کیوں نہیں کھولتے۔ دروازہ کھلا۔۔ آہستہ سے۔۔ گل خان تیزی سے آگے کو بڑھا لیکن سامنے ایک سایا کھڑا تھا دروازہ روک کر، راستہ بند کر کے وہ سایہ پوچھ رہا کون ہو تم۔۔؟ گل خان کا ردعمل بڑا شدید تھا وہ اپنے ہاتھ پھیلا کر بولا اماں۔۔ اماں۔۔ میں گل خان ہوں تیرا بیٹا۔۔

گل خان۔۔ سائے میں جنبش پیدا ہوئی۔ آواز مدھم اور کرب میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بیٹا تو آگیا۔ دوسرے لمحے ماں اور بیٹا ایک دوسرے کے گلے لگے تھے گل خان کی آنکھیں خود بخود آنسو بہانے لگیں تھیں۔ اماں کا کمزور وجود اس کے بازوں میں کانپ رہا تھا وہ کمزور نحیف اور ڈوبی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی: ”گل خان۔ میرا بیٹا۔ میرا بہادر بیٹا۔ آگیا؟۔ آگیا؟“

ہاں اماں میں آ گیا۔۔ چلو اندر چلو۔ مجھے واپس جانا ہے وقت کم ہے۔

وہ اپنی ماں کو سہارا دیے چلنے لگا چھوٹے سے صحن کو پار کر کے وہ اندر پہنچے گہرا گھپ اندھیرا تھا کوئی چراغ روشن نہ تھا اماں کی چارپائی سے گل خان کا پاؤں ٹکرایا۔ اس نے اماں کو چارپائی پر بیٹھایا۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں گھور گھور کر کسی کو تلاش کر رہیں تھیں کمرے میں ایک ہی چارپائی بچھی تھی۔ اماں چراغ کہاں ہے؟ اماں نے چند لمحے جواب نہ دیا۔ وہ چارپائی پر بیٹھی ہانپ رہی تھی۔ گل خان نے اپنا بوری نما تھیلا زمین پر رکھ دیا۔ پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر دیا سلائی کی ڈبیا نکالی اسی لمحے اسے اماں کی بوجھل آواز سنائی دی: "گل خان! چراغ نہیں ہے۔"

چراغ نہیں ہے ۔۔۔۔؟ چراغ نہیں ہے۔ اماں کیا کہہ رہی ہو !!! کیا تم لوگ اندھیرے میں سوتے ہو گھر میں چراغ نہیں جلاتے۔۔؟ اماں خاموش رہی۔ گل خان کی نسیں پھٹنے لگیں تھیں وہ شدید تناؤ محسوس کر رہا تھا۔ اماں خاموش کیوں ہے۔ زینب کہاں ہے۔۔؟

"گل خان! بیٹھ جا میرے پاس بیٹھ جا"۔۔ اسے اماں کی سرگوشی سنائی دی۔

مگر اماں چراغ۔۔ چراغ۔۔! چراغ نہیں ہے!۔۔ گل خان بیٹھ جا۔۔۔ بیٹھ جا۔!

بوکھلایا ہوا حواس باختہ گل خان اپنی اماں کے پاس چارپائی پر بیٹھا اور ڈھیلی اور کمزور چارپائی چرچرانے لگی۔ گل خان نے محسوس کیا کہ اس کا جسم پسینے میں بھیگ رہا ہے۔ اماں! اس نے اپنی بوڑھی ماں کے کندھے کو چھو کر کہا: "اماں! " اماں کا وجود زور سے کانپا، پھر وہ بوجھل لہجہ میں رک رک کر بولنے لگی: "گل خان! بتا تو نے کتنے دشمنوں کو مارا؟ بتا تو نے کتنے سرکاری فوجیوں کا سر کاٹا؟ گل خان! تو کہیں بھول تو نہیں گیا کہ دشمن کا سر جھکا دینا چاہیے اور وطن کے دشمن کا سر کاٹ دینا چاہیے۔ بتا گل خان! تو نے کوئی زخم اپنی پیٹھ پر تو نہیں کھایا۔؟"

گل خان نے اپنی اماں کے دونوں کمزور ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے کر کہا: "اماں! میں تیرا بیٹا ہوں۔ تیرا دودھ پیا ہے میں نے۔ میں نے بہت سے دشمنوں کو جہنم میں پہنچا دیا ہے۔ بہت سی چوکیوں کا صفایا کر دیا ہے۔ اماں اب بھی میں ایک چوکی کا صفایا کر کے آرہا

ہوں۔ سارا علاقہ اب آزاد ہو گیا ہے۔ اس پورے علاقے پر اب حق والوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔"
اللہ! تیرا شکر ہے۔ تیرا شکر ہے اللہ۔۔۔ اماں کی باریک میٹھی میٹھی آواز سنائی دی۔

پھر اچانک اس کے بوڑھے وجود میں حرکت اور جنبش پیدا ہوئی اور اس نے یکدم چارپائی سے اٹھتے ہوئے کہا: "گل خان اٹھ! میرے ساتھ چل!" اماں! کہاں چلوں اس وقت؟

"گل خان! کچھ نہ بول... کچھ نہ پوچھ۔ تو اٹھ میرے ساتھ چل! تو نے کہا تھا کہ وقت کم ہے تجھے واپس بھی جانا ہے۔" ہاں اماں! میرے پاس وقت کم ہے، مجھے جلدی واپس جانا ہے
"تو پھر چل میرے ساتھ، وقت ضائع نہ کر گل خان!"

سینکڑوں سوال گل خان کہ دل میں مچل رہے تھے لیکن وہ ایک فرمانبردار بیٹے کی طرح اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "میرا ہاتھ پکڑ لے! مجھے گھر سے باہر لے چل!" گھر سے باہر؟ گل خان نے پوچھا۔ ہاں! گھر سے باہر چل گل خان! اپنی ماں کو سہارا دے اماں۔۔ زینب۔۔ کہاں ہے نوری کہاں ہے؟۔ انھیں بھی ساتھ لے لیں۔ گل خان کے منہ سے بے اختیار یہ بات نکل گئی۔ اماں کا کلیجہ یکدم بہت ہی ملائم بہت ہی نرم اور درد بھرا ہو گیا۔

نوری۔۔۔ زینب۔۔۔ وہ بڑبڑائی: "گل خان! میں تمہیں انہیں کے پاس لے کر جا رہی ہوں، چل!" "اماں وہ کہاں ہیں؟ تیرے پاس کیوں نہیں؟" انجانے خدشوں کے تصور سے گل خان کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس کا خون کھولنے لگا۔ "چپ چاپ میرے بیٹے میرے ساتھ چل! میرے ساتھ۔" گل خان نے اپنی اماں کو سہارا دے رکھا تھا ایک دم اسے ایک خیال آیا۔ وہ بولا: "اماں! تو ایک منٹ یہاں ٹھہر میں اپنا تھیلا لے آؤں۔" وہ تیزی سے کمرے میں گیا زمین پر گرا پڑا تھیلا اٹھایا اور لپک کر اماں کے پاس آ گیا۔ اس نے وقت کی کمی کا احساس کر لیا تھا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ نوری اور زینب کہاں ہیں؟ اور اماں اسے کہاں لے جا رہی ہے۔؟

ماں بیٹا دونوں گاؤں کی گلیوں سے گزرنے لگے۔ یہ ایک عجیب منظر تھا۔ رات تھی اور سناٹا تھا اور دونوں کے سینے میں طوفان مچل رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ گاؤں کے باہر تھے۔

گل خان دیکھ رہا تھا کہ اس کی اماں کا سانس پھول رہا ہے۔ اس کے لیے قدم اٹھانا مشکل ہو رہا ہے وہ بہت کمزور ہو گئی ہے۔ اس نے پوچھا: "اماں! کتنی دور جانا ہے؟ آ میں تجھے اٹھالوں۔"

"نہیں گل خان! میں تیرے ساتھ چلوں گی بیٹے کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلوں گی فاصلوں کا کیا ہے۔ فاصلے تو مٹ ہی جاتے ہیں، ہمیں زیادہ دور نہیں جانا۔" گل خان کا اعصابی تناؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ ایسی کشمکش اس نے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ اماں نے کبھی ایسا رازدارانہ اور پر اسرار انداز اختیار نہ کیا تھا۔ ہزاروں خیال گل خان کے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ کیا زینب کسی دوسرے کے گھر میں چلی گئی ہے۔ لیکن کیوں؟ کیا اماں اور زینب کا کسی بات پر جھگڑا ہو گیا ہے۔ مگر یہ جھگڑا کیوں ہوا۔ زینب اور اماں جھگڑالو تو نہیں تھیں پھر ان میں جھگڑا کیوں ہوا۔ میں زینب کو خوب سزا دوں گا۔ اس سے کہوں گا کہ وہ اماں سے معافی مانگے، وہ اماں کو اکیلی چھوڑ کر کیوں گئی۔ غصے سے گل خان کا خون کھولنے لگا۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا وہ گاؤں سے باہر نکل آئے تھے ادھر تو کوئی گھر نہ تھا۔ پھر اماں اسے کہاں لیے جا رہی تھی۔ زینب اور نوری کہاں ہیں؟ کہاں ہیں؟

اماں گھسٹ رہی تھی۔ ایک ایک قدم اٹھانا اس کے لیے دوبھر ہو رہا تھا۔ گل خان اسے سہارا دیے چلتا رہا پھر اماں کے قدم رک گئے۔ گل خان کا سانس ایک لمحے کے لیے رک گیا سامنے گاؤں کا قبرستان تھا..... "مجھے پہلے بھی کم دکھائی دیتا تھا۔ گل خان لیکن اب تو میں تقریباً اندھی ہو گئی ہوں۔ پھر بھی اپنی بہو اور اپنی پوتی کی آرام گاہ کو تلاش کر لیتی ہوں۔" آرام گاہ۔۔ آرام گاہ۔۔، گل خان چیخا اماں کیا کہہ رہی ہو؟ آہستہ بولو، اماں نے کہا "نوری یہاں سو رہی ہے۔ وہ جاگ جائے گی گل خان! تو بھول گیا جب تو گیا تھا تو نوری سو رہی تھی۔ نوری آج بھی سو رہی ہے۔۔۔ آج بھی سو رہی ہے نوری۔"

اماں۔ اماں۔ گل خان کی چیخ آنسوؤں بھری سسکیوں میں تبدیل ہو گئی۔

چل۔ چل۔ وہ سامنے۔ ہاں دائیں ہاتھ۔ چل! اماں بول رہی تھی۔ اب وہ گل خان کو سہارا دیے ہوئے تھی۔ یکدم وہ دو قبروں کے درمیان بیٹھ گئی۔ تاریکی میں اس کے ہاتھ دونوں قبروں کو ٹٹول رہے تھے۔ "ہاں یہ ہے زینب۔۔ اور یہاں۔ یہاں نوری سو رہی ہے۔" گل خان نے دونوں قبروں کو دیکھا۔ دھندلائی ہوئی آنکھوں کے سامنے دو قبریں تھیں۔ ایک چھوٹی سی۔ ایک بڑی۔ وہ چھوٹی قبر کے ساتھ لپٹ گیا اور اس کے آنسو بہتے چلے گئے وہ روتا رہا۔ پھر سسکیوں کے درمیان چیخا: "اماں! یہ کیسے ہوا؟" گل خان کی بوڑھی اماں اپنی بہو کی قبر پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ پیار سے اسے یوں بہلا رہی تھی۔ جیسے یہ زینب کا جیتا جاگتا وجود ہو۔ جیسے اس کی جلد کو چھو رہی ہو۔ تاریکی اور سناٹے میں اماں کی آواز گونجنے لگی۔ بوجھل رکی رکی آواز۔۔ اب اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی نہ تھی "گل خان ایک ماہ گیارہ دن ہوئے وہ آئے تھے۔۔ وہ ظالم جنہوں نے ہمارے وطن کو روندر کھا ہے، وہ آئے۔ انہوں نے گاؤں کو گھیرے میں لیا، ہم سب کو جمع کر لیا، بھیڑ بکریوں کی طرح انہوں نے ہمارے گاؤں کی تلاشی لی۔ تمہارے بارے میں اور تمہارے ساتھیوں کے بارے میں پوچھا۔ کسی کو تھپڑ مارا، کسی کو گھونسا۔ کسی کو ٹھوکر۔

تم تو جانتے ہو کہ گاؤں میں جوان کہاں رہ گئے بوڑھے بچے اور عورتیں ہی گاؤں میں تھیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے گل خان تم جیسے لوگوں کی مدد کی تو وہ گاؤں کو جلا دیں گے عورتوں کو بے آبرو کر دیں گے۔ پھر وہ بچوں کو دیکھنے لگے۔ ٹٹولنے لگے جیسے قصائی بکریوں اور بکروں کو ٹٹولتا ہے۔ بالکل اسی طرح انہوں نے گلفشاں کے دس سالہ بیٹے کو گھسیٹ لیا اور بولے یہ شہر جائے گا، وہاں پڑھے لکھے گا روس جائے گا۔ اعلیٰ تعلیم پائے گا۔ گلفشاں اپنے بیٹے کے ساتھ چمٹ گئی وہ اسے گھسیٹنے لگے عورتوں نے گلفشاں کو اپنے گھیرے میں لے لیا وہ رائفلوں کے بٹ مارنے لگے۔ انھوں نے گولی چلا دی۔ گلفشاں مر گئی۔ اس کا بیٹا مر گیا۔ ماں بیٹے کا خون ایک دوسرے کے ساتھ مل گیا۔

گل خان زینب بڑی بہادر تھی جب ایک روسی سپاہی نوری کی طرف لپکا تو اس نے نوری کو نیچے زمین پر کھڑا کر دیا۔ ایک سپاہی سے رائفل چھین لی۔ پھر وہ گولیاں برسانے لگی۔ کئی سپاہی مر گئے۔ کئی زخمی ہوئے لیکن وہ خود بھی گولیوں سے چھلنی ہو گئی۔ پھر جب اس نے سپاہیوں کو نوری کی طرف بڑھتے دیکھا، تو مرتے مرتے اس میں اتنی طاقت آگئی کہ اس نے رائفل سنبھالی اور اپنی بیٹی نوری کو نشانہ بنا کر گولی چلا دی۔ گل خان! نوری کو زینب نے روسیوں کے ہاتھ نہ لگنے دیا۔ جب وہ مر رہی تھی نوری کا سر اس کی گود میں تھا اور اس نے دم توڑتے ہوئے کہا تھا: "اماں! گل خان آئے تو اس سے کہہ دینا میں نے اس کی عزت کی حفاظت کی۔ میں نے نوری کو کسی کافر کا ہاتھ نہیں لگنے دیا۔ اماں! ان سے کہہ دینا جب وہ گیا تھا تو نوری سو رہی تھی جب وہ آئے گا تو بھی نوری سو رہی ہو گی۔" گل خان کی آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے تھے۔ اسے ایک عجیب طرح کا قرار آگیا تھا۔ اس کی نگاہیں دونوں قبروں کا طواف کر رہی تھیں ماں اور بیٹی کی قبریں۔ ایک بڑی قبر۔ ایک چھوٹی قبر۔ چھوٹی قبر، بڑی قبر کے آغوش میں تھی۔ اماں بول رہی تھی اس روز بہت عورتیں ماری گئیں۔ بہت بچے مارے گئے۔ لیکن کوئی کافر کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جا سکا۔ گل خان گاؤں میں چند بوڑھے اور چند بوڑھی عورتیں رہ گئی ہیں ہم نے سب کو آخری غسل دیا۔ ہم نے سب کو دفنا دیا۔ اچانک اماں کی آواز میں ایک گونج پیدا ہو گئی۔ "دیکھ گل خان! اس قبرستان میں تیرا باپ سو رہا ہے۔ اس قبرستان میں ہمارے گاؤں کی ساری جوان عورتیں اور سارے بچے ہمیشہ کی نیند سو رہے ہیں۔۔ گل خان! گل خان! میں بھی یہیں سوؤں گی" گل خان تاریکی میں ابھرے ہوئے قبروں کے ڈھیر دیکھ رہا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان ہلکا سفید ہو رہا تھا وہ اپنے گاؤں آچکا تھا۔ اسے اپنے جن پیاروں سے ملنا تھا۔ ان سے ملاقات کر لی تھی۔ اس نے جو آوازیں سننی تھیں۔ سن لی تھیں۔ جن چہروں کو دیکھنا تھا ان کو دیکھ لیا تھا۔ "تیرا وقت ہو گیا ہو گا۔" اماں نے بوجھل لہجے میں کہا۔ "تو جا گل خان! ابھی کافر زندہ

ہیں۔ ابھی دشمن باقی ہیں۔" پھر سانس لے کر رک کر اماں نے کہا: "گل خان! میری فکر نہ کرنا۔ میں اپنوں میں ہوں۔ اپنوں کہ ساتھ سو جاؤں گی، وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔"

گل خان نے زمین پر قبروں کے درمیان پڑا ہوا اپنا تھیلا اٹھایا۔ اماں سے کہا: "چل تجھے گھر تک پہنچادوں۔"

"نہیں گل خان! میں چلی جاؤں گی۔ تو اپنا فرض پورا کرنے کے لیے جا! دیر نہ کر نوری سو رہی ہے۔ زینب سو رہی ہے۔ سب سو رہے ہیں۔ میں بھی سو جاؤں گی۔"

اماں اماں! گل خان کی آواز رندھنے لگی۔

"رونا نہیں! بس جتنا رونا تھا رو لیا گل خان اب آنسوؤں کو سنبھال کے رکھ، بھلا تو کیوں روتا ہے۔ یہاں نہ تیری بیٹی کو کوئی تکلیف ہے نہ بیوی کو۔ تیری ماں بھی اپنے دن پورے کر لے گی۔ مگر بیٹے! ان دشمنوں کو ختم کر دے۔"

گل خان نے سر اپنی ماں کے سامنے جھکا دیا۔ اماں کے بوڑھے نحیف، کمزور ہاتھوں نے اس کے سر کو تھپتھپایا۔ ہلکی سی سسکی بھری، پھر تن کر کھڑی ہو گئی۔

"اب تو جا گل خان! تیرا اللہ حافظ و ناصر ہو۔ دیکھ پیٹھ پر گولی نہ کھانا۔ دشمن کا سر کاٹنا نہ بھولنا۔" گل خان نے قبرستان پر نظر ڈالی۔ پھر عجیب لہجے میں بولا

"اماں سن! اب ہمارے دشمن۔ یہاں سے کبھی نہ جائیں گے۔ کبھی نہ جا سکیں گے۔ اماں ہم انھیں جانے ہی نہ دیں گے۔ ان سب کا یہاں قبرستان بنے گا۔"

"ان شاء اللہ، اماں نے کہا۔"

گل خان چل پڑا، رات دم توڑ رہی تھی۔

تین قسم کے بچے

پیر ذوالفقار احمد نقشبندی

بڑا بچہ (Elder)

ایک ہوتا ہے سب سے بڑا بچہ (جس کو ایلڈر Elder کہتے ہیں) عام طور پر اس کی عادتوں میں آپ کو نظم وضبط زیادہ نظر آئے گا، اس کی طبیعت میں احساس ذمہ داری زیادہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ بچے Dictator آمر بھی بن جاتے ہیں لیکن عام طور پر یہ لوگ قانون کے مطابق رہنا اور رکھنا پسند کرتے ہیں۔ فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کی طبیعت ہی ایسی بنائی ہوتی ہے، لہٰذا جو بچہ بھی گھر میں سب سے بڑا ہو گا، آپ اس کو Expect توقع کریں کہ یہ بچہ غیر ذمہ دار نہیں ہو سکتا، ہمیشہ ذمہ دار ہو گا۔ مگر ذمہ داری کے ساتھ ساتھ اس کے اندر پوزیشن مقام حاصل کرنے کی بھی طبیعت ہو گی، وہ دوسروں پر رول بھی کرنا چاہتا ہو گا، یہ چاہے گا کہ ہر معاملے میں میری بات مانی جائے۔ مجھے Follow کیا جائے، مجھے بڑا بنا کر رکھا جائے۔ یہ چیز فطری طور پر اس بچے کے اندر ہوتی ہے۔

منجھلا بچہ Middle Baby

ایک ہوتا ہے درمیان والا بچہ۔ یہ بچہ جس سے کوئی بڑا ہے اور کوئی چھوٹا یہ فطرتی طور پر جنگجو Fighter بچہ ہوتا ہے۔ چونکہ اس کو اپنے تحفظ Servival کے لیے بڑے سے بھی لڑنا پڑتا ہے چھوٹے سے بھی۔ ورنہ بڑے کو زیادہ اہمیت ملتی ہے یا چھوٹے کو مل جاتی ہے اور درمیان والے عام طور پر نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ چونکہ یہ بچے نظر انداز ہوتے ہیں، اس لیے طبعاً یہ بچے فائٹر قسم کے ہوتے ہیں، مگر یہ مشکلات کو حل کرنے والے Problem solver بھی ہوتے ہیں چونکہ ان کی بقا کا مسئلہ ہوتا ہے، ان کے سامنے مسئلے آتے ہیں اور یہ ان کو حل

Deal کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیتنے کی کوشش کرتے ہیں، تو ان میں مقابلے کی صلاحیت Sence of compitition دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

سب سے چھوٹا بچہ

اور ایک ہوتا ہے گھر کا سب سے چھوٹا بچہ جس کو baby of the family بھی کہتے ہیں۔ عام طور پر محبتیں بھی اسی کو زیادہ ملتی ہیں۔ توجہات بھی اسی کو زیادہ ملتی ہیں، یہ بچہ عام طور پر شوبوائے بچہ ہوتا ہے لیکن یہ سلیقہ Manipulation کا ماسٹر ہوتا ہے، یہ اپنی حرکتوں سے دوسروں کی محبت کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کی کوشش کرتا ہے۔

تو گویا اگر کسی کے پانچ بچے ہیں تو جو بڑا بچہ ہے وہ ہے Elder one اس کی نفسیات کو اس طرح سے سمجھیں کہ اس کے اندر نظم وضبط ہو گا۔ اور درمیان کے جو تین بچے ہیں، یہ بچے مڈل بے بیز Midle babies کہلائیں گے، تینوں کی نفسیات ایک ہی جیسی ہوں گی، ان کو اپنے حصول کے لیے لڑنا پڑے گا، مسائل کو حل کرنا پڑے گا۔ ان کو جینے کے لیے محنت Struggle کرنی پڑتی ہے اس لیے ان بچوں میں عام طور پر محنت کی حس Sense of struggle زیادہ ہوتی ہے۔ ایک ہوتا ہے سب سے چھوٹا بچہ، اس کو آپ یونہی سمجھ لیں کہ وہ چونکہ گھر کا محبوب ہوتا ہے، چھوٹی بیٹی ہو یا چھوٹا بیٹا ہو، محبتیں انہیں کو زیادہ ملتی ہیں اور عام طور پر ہمارے گھروں کا دستور ہے کہ ماں باپ بھی اسی کے ساتھ رہتے ہیں، وہ پھر اپنی پوزیشن کا ہمیشہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ اب یہ ضروری نہیں کہ جو باتیں کہی گئیں ہر بچہ ایسا ہی ہو لیکن جب آپ ایک ہزار بندوں کو دیکھیں گے تو آپ محسوس کریں گے کہ عام طور پر بچوں کا رویہ اس کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ سائنس دانوں نے لاکھوں بچوں کو اس بات پر پرکھا اور انہوں نے نفسیات کے یہ اصول نکالے، اس لیے بچوں کی یہ تین باتیں ہمیشہ ذہن میں رکھا کریں کہ بچے کا پیدائش کا نمبر کیا ہے، اسی لحاظ سے ان کی کچھ باتوں کی توقع رکھنی چاہیے اور پھر اس کے مطابق اس کو ڈیل کرنا چاہیے۔

ہندو ذہنیت جنم لی رہی ہے

عابد حسین، بورے والا

خطرہ ہے کہ ہندی موسیقی کے طوفاں خیز ہچکولے کہیں ہمارے ایمان کی نیا کو ڈبو ہی دیں۔ بھارتی فلموں کے گانوں میں اسلام سے متعلق الفاظ کو غلط طریقے سے استعمال کیا جارہا ہے اسلامی سلوگنز اور سمبلز کو گانوں میں ملا کر ان کا تقدس پامال کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور تکلیف دہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اللہ اور اس کے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے نہ صرف اس پر خاموش ہیں، بلکہ کچھ ان حقائق سے لاعلم ہیں تو کچھ جانتے بوجھتے ان ہی گانوں سے تفریح حاصل کر رہے ہیں۔

☆ اگست 1998ء میں ریلیز کی گئی فلم "دل سے" کا گانا چھیّاں چھیّاں میں، جنت اور آیات کے لفظوں کو کچھ یوں استعمال کیا گیا ہے: جن کے سر ہو عشق کی چھاؤں ، پاؤں کے نیچے جنت ہوگی ..چل چھیّاں چھیّاں .. تعویذ بنا کے پہنو ..اسے آیت کی طرح مل جائے کہیں.. وہ یار ہے جو ایماں کی طرح میرا نغمہ وہی میرا کلمہ وہی....

☆ جولائی 2002ء میں ریلیز کی گئی فلم "مجھ سے دوستی کروگی" کے گانے کے الفاظ ہیں: جانے دل میں کب سے ہے تو.... مجھ کو میرے رب کی قسم، یارا رب سے پہلے ہے تو۔

☆ 2006ء میں کشمیر کے موضوع پر بننے والی فلم "فنا" میں ایک پہلو یہ تھا کہ تحریکِ آزادی کشمیر کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی تو اسی فلم کے ایک گانے میں کہا گیا کہ چاند سفارش جو کرتا ہماری.... دیتا وہ تم کو بتا.... شرم و حیا کے پردے گرا کے کرنی ہے ہم کو خطا.... سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ .... اللہ سبحانہ تعالیٰ کی صفاتِ مبارکہ اور اسماء حسنیٰ کے ساتھ بے ہودہ الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہی، اس کے پس منظر میں نازیبا حرکتوں کی عکس بندی ہوتی ہے اور پس منظر میں رقص و سرود کے منظر فلمائے جاتے ہیں۔

☆ نومبر 2007ء میں ریلیز کی گئی فلم "سانوریا" کے گانے کے الفاظ ہیں جب سے تیرے نینا میرے نینوں سے لاگے ری.... تب سے دیوانہ ہوا.... سب سے بیگانہ ہوا.... رب بھی دیوانہ لاگے رے (نعوذ باللہ) اسی فلم کے ایک اور گانے میں ماشااللہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں دل نشیں دلکشی ہو یا جنت کا نور ہو ماشااللہ ماشااللہ ماشااللہ....

☆ اکتوبر 2007ء میں ریلیز کی گئی فلم بھول بھلیاں کا گانا: معاف کریں، انصاف کریں، رب ہو نہ خفا، جان جہاں سے بیگانے، جہاں سے اب میں ہوں، جدا جان لیا ہے میں نے، مان لیا ہے میں نے، پیار کو اپنا خدا سجدہ کروں میں پیار کا سجدہ سجدہ کروں میں یار کا سجدہ سجدہ کروں دیدار کا سجدہ۔

☆ جولائی 2008ء میں ریلیز کی گئی فلم "گجنی" کے گانے کے الفاظ ہیں.. کیسے مجھے تم مل گئیں. قسمت پہ آئے نہ یقین... میں تو یہ سوچتا تھا... کہ آج کل اوپر والے کو فرصت نہیں ... پھر بھی تمہیں بنا کے.. وہ میری نظر میں چڑھ گیا... رتبے میں وہ اور بڑھ گیا.

☆ اگست 2008ء میں ریلیز کی گئی فلم بچنا اے حسینو کا گانا: سجدے میں یوں ہی جھکتا ہوں.... تم پہ ہی آ کے رکتا ہوں.... کیا یہ سب کو ہوتا ہے.... ہم کو کیا لینا ہے سب سے.... تم سے ہی سب باتیں اب سے .... بن گئے ہو تم میری دعا.... خدا جانے میں فدا ہوں.... خدا جانے میں مٹ گیا ہوں.... خدا جانے یہ کیوں ہوا کہ بن گئے ہو تم میرے خدا۔

☆ دسمبر 2008ء میں ریلیز کی گئی فلم "رب نے بنا دی جوڑی" کا گانا... تجھ میں رب دکھتا ہے کے الفاظ ہیں... تجھ میں رب دکھتا ہے... یارا میں کیا کروں... سجدے میں دل جھکتا ہے... یارا میں کیا کروں۔

☆ جولائی 2009ء میں فلم love aaj kal کے لیے بھی کچھ اسی قسم کا گانا 'آج دن چڑھیا' گایا ہے۔ جس کے الفاظ ہیں: مانگا جو میرا ہے.... جاتا کیا تیرا ہے.... میں نے کون سی تجھ

سے جنت مانگ لی.... کیسا خدا ہے تو بس نام کا ہے.... تو رباجو تیری اتنی سی بھی نہ چلی.... چاہے جو کر دے تو مجھ کو عطا جیتی رہے سلطنت تیری.... جیتی رہے عاشقی میری۔

☆ فروری 2010ء میں ریلیز کی گئی فلم My name is khan کے گانے کو بھی پاکستانی گلوکار راحت فتح علی خان نے گایا ہے: اب جان لوٹ جائے، یہ جہاں چھوٹ جائے، سنگ پیار رہے، میں رہوں نہ رہوں، سجدہ تیرا سجدہ کروں، میں تیرا سجدہ۔

☆ مارچ 2010ء میں ریلیز کی گئی فلم "پرنس" میں عاطف اسلم نے ایک گانا گایا ہے "تیرے لیے" اس میں کہا گیا ہے ۔۔۔۔۔ جنتیں سجائیں میں نے تیرے لیے۔۔۔۔ چھوڑ دی میں نے خدائی تیرے لیے

☆ ولائی 2010ء میں ریلیز کی گئی فلم Once upon time in mumbi کے گانے کے الفاظ ہیں .... تم جو آئے زندگی میں بات بن گئی .... عشق مذہب عشق میری ذات بن گئی.... یہ گانا پاکستانی گلوکار راحت فتح علی خان نے گایا ہے۔ اس کے علاوہ راحت فتح علی خان نے

☆ جولائی 2010ء میں ریلیز کی گئی فلم i hate love story کا گانا بھی ملاحظہ کریں.. صدقہ کیا یوں عشق کا کہ سر جھکا جہاں دیدار ہوا، وہ ٹھہری تیری ادا کہ رک بھی گیا میرا خدا۔ میری بہنو! جہاں بھارتی ذرائع ابلاغ اسلام اور اس کی علامات و تعلیمات کو مسخ کرنے میں مصروف ہیں تو وہیں وہ اپنے ہندو مذہب سے عقیدت اور اس کی دعوت و پرچار، اپنی مذہبی تقریبات اور ہندو معاشرے میں رائج روایات کی پاسداری اور اس کی ترویج جاری رکھے ہوئے۔ ان تمام حالات میں ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ ہم سب بھارت کے اس اسلام مخالف اور پاکستان مخالف پروپیگنڈے کا جواب دیں نہ کہ خود ان ہی کے رنگ میں رنگ جائیں تاکہ ہندو ذہنیت کہیں "امن کی آشا" کے نعروں میں ہمیں اپنی روایات سے ہی محروم نہ کر جائے۔

❀❀❀

قسط نمبر 4

نماز اہل السنت والجماعت

مولانا محمد الیاس گھمن

فرض نمازوں کی تعداد رکعات:

فجر .....دو رکعات

ظہر.....چار رکعات

عصر.....چار رکعات

مغرب.....تین رکعات

عشاء.....چار رکعات

فرائض کی مندرجہ بالا تعدادِ رکعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اب تک امت کے تواتر عملی سے ثابت ہے۔ علاوہ ازیں کتب حدیث میں یہ تعداد مفصلاً مذکور ہے۔ اس بارے میں ایک حدیث نقل کی جاتی ہے:

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِنِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَاءَ جِبْرَائِیْلُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ وَذٰلِكَ دُلُوْكُ الشَّمْسِ حِیْنَ مَالَتْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلَّی الظُّھْرَ اَرْبَعاً ثُمَّ اَتَاہُ حِیْنَ کَانَ ظِلُّہٗ مِثْلَہٗ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّی الْعَصْرَ اَرْبَعاً ثُمَّ اَتَاہُ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ لَہٗ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ ثَلَاثاً ثُمَّ اَتَاہُ حِیْنَ غَابَ الشَّفَقُ فَقَالَ لَہٗ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّی الْعِشَاءَ الْاٰخِرَۃَ اَرْبَعاً ثُمَّ اَتَاہُ حِیْنَ بَرَقَ الْفَجْرُ فَقَالَ لَہٗ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّی الصُّبْحَ رَکْعَتَیْنِ

(مسند اسحاق بن راھویہ بحوالہ نصب الرایۃ ج1 ص223 باب المواقیت، المعجم الکبیر للطبرانی ج7 ص129 رقم 14143، السنن الکبریٰ للبیہقی ج1 ص361 باب عدد رکعات الصلوات الخمس)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ کھڑے ہوں اور نماز پڑھیں۔ یہ سورج کے ڈھلنے کا وقت تھا، جبکہ سورج ڈھل گیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ظہر کی چار رکعات پڑھیں پھر ان کے پاس حضرت جبرئیل آئے، جبکہ سایہ ایک مثل کے برابر ہو گیا تھا۔ تو انہوں نے کہا کہ کھڑے ہوں اور نماز ادا کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی چار رکعات پڑھیں پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام اس وقت آئے جب سورج غروب ہو گیا تھا تو انہوں نے کہا کہ کھڑے ہوں اور نماز پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی تین رکعات پڑھیں حضرت جبرائیل علیہ السلام اس وقت آئے جب شفق غائب ہو گئی تھی اور کہا کہ نماز پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی چار رکعات پڑھیں پھر جبرائیل علیہ السلام اس وقت آئے جب صبح طلوع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ نماز ادا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی دو رکعت پڑھیں سنن مؤکدہ کی بارہ رکعتیں ہیں

2رکعات فجر سے پہلے 4رکعات ظہر سے پہلے اور 2رکعات ظہر کے بعد

2رکعات مغرب کے بعد 2رکعات عشاء کے بعد

عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ۔

(جامع الترمذی ج1 ص94 باب ماجاء فی من صلی فی یوم ولیلة ثنتی عشرة رکعة رواہ مسلم مختصراً فی صحیحه ج۱ ص۲۵۱ باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض)

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دن رات میں بارہ رکعتیں پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیا جائے گا چار ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔

فجر کی رکعات: 2 سنت (مؤکدہ) اور 2 فرض

1: عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی شَیْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاھُدًا مِنْہُ عَلٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ۔

(صحیح البخاری ج1 ص156 باب تعاھد رکعتی الفجر،صحیح مسلم ج1 ص 251 باب استحباب رکعتی الفجر والحث علیھا الخ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل کی اتنی زیادہ پابندی نہیں فرماتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی کرتے تھے۔

2: عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَدَعُوْھُمَا وَاِنْ طَرَدَتْکُمُ الْخَیْلُ۔

(سنن ابی داؤد ج1 ص186 باب فی تخفیفھما رکعتی الفجر،شرح معانی الآثار ج1 ص209 باب القرأۃ فی رکعتی الفجر)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑو خواہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں۔

ظہر کی رکعات: 4 سنت (مؤکدہ) 4 فرض 2 سنت (مؤکدہ) 2 نفل

1: عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَایَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّھْرِ وَرَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْغَدَاۃِ۔

(صحیح البخاری ج1 ص157 باب الرکعتین قبل الظھر)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

2: عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی قَبْلَ الظُّھْرِ اَرْبَعًا وَبَعْدَھَا اَرْبَعًا حَرَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَی النَّارِ۔

(جامع الترمذی ج1 ص98 باب اٰخر من سنن الظھر)

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعات پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام فرمادیں گے

فائدہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ روایت میں دو رکعت سنت مؤکدہ کا ثبوت ملتا ہے اور اس روایت میں ظہر کے بعد چار رکعت کا تذکرہ ہے۔ تو دو رکعت سنت مؤکدہ کے علاوہ یہ دو نفل ہیں۔

عصر کی رکعات: 4سنت(غیر مؤکدہ) 4فرض

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأً صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا۔

(جامع الترمذی ج1 ص98 باب ما جاء فی الاربع قبل العصر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتا ہے۔

مغرب کی رکعات:

3رکعات فرض 2سنت(مؤکدہ) 2نفل

1: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ مَنْ رَکَعَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ کَانَ کَالْمُعَقِّبِ غَزْوَۃً بَعْدَ غَزْوَۃٍ۔

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص415 باب الصلاۃ فیما بین المغرب والعشاء، رقم الحدیث 4740)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے مغرب کی نماز کے بعد چار رکعت پڑھیں تو وہ ایسا ہے جیسے ایک غزوے کے بعد دوسرا غزوہ کرنے والا۔

2: عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ سَنْجَرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ۔

(مختصر قیام اللیل للمروزی ص85 باب یصلی بین المغرب والعشاء اربع رکعات)

ترجمہ: حضرت ابو معمر عبد اللہ بن سنجرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مغرب کے بعد چار رکعت پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔

عشاء کی رکعات:

4 سنت (غیر مؤکدہ)، 4 فرض، 2 سنت (مؤکدہ)، 2 نفل، 3 وتر، 2 نفل

1: عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ کَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ قَبْلَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَۃِ۔

(مختصر قیام اللیل للمروزی ص85 یصلی بین المغرب والعشاء اربع رکعات)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشاء کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔

2: عَنْ زُرَارَۃَ بْنِ اَوْفٰی رَحِمَہُ اللّٰہُ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سُئِلَتْ عَنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ فَقَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ فِیْ جَمَاعَۃٍ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی اَھْلِہٖ فَیَرْکَعُ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ ثُمَّ یَأْوِیْ اِلٰی فِرَاشِہٖ۔

(سنن ابی داؤد ج1 ص197 باب فی صلوۃ اللیل)

ترجمہ: حضرت زرارہ بن اوفیٰ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درمیانِ رات والی نماز کے متعلق پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر گھر تشریف لاتے تو چار رکعتیں پڑھتے پھر اپنے بستر پر آرام فرماتے۔

3: عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ یَقْرَءُ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَةٍ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی وَفِی الثَّانِیَةِ قُلْ یَاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَیْنِ۔

(شرح معانی الآثار ج1ص200 باب الوتر ،صحیح ابن حبان ص718 ،مصنف عبد الرزاق ج2ص404)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعت پڑھتے تھے پہلی رکعت میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی" پڑھتے، دوسری رکعت میں " قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ" اور تیسری رکعت میں "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" اور معوذتین پڑھتے تھے۔

4: عَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ رَحِمَہُ اللّٰہُ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَکْعَةً یُصَلِّیْ ثَمَانَ رَکْعَاتٍ ثُمَّ یُوْتِرُ ثُمَّ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ۔

(صحیح مسلم ج1ص254 باب صلوۃ اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل،صحیح البخاری ج1ص155 باب المداومة علی رکعتی الفجر)

ترجمہ: حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ پہلے آٹھ رکعت (تہجد) پڑھتے، پھر وتر پڑھتے، پھر دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے۔

5: عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ بَعْدَ الْوِتْرِ رَکْعَتَیْنِ۔

(جامع الترمذی ج1 ص108 باب ماجاء لا وتران فی لیلة،سنن ابن ماجة ج1ص83 باب ما جاء فی الرکعتین بعد الوتر جالساً)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (جاری ہے)

توبہ ہے ہی ایسی چیز

مولانا محمد منیر جھنگوی

"مبارک بھائی! یہ بتاؤ میں اب کیا کروں؟ اس فکر میں دن رات گھلتا ہوں اور کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا۔" مبارک نے کہا: "بے شک یہ فکر کی بات ہے۔ جوان لڑکی جب گھر میں بیٹھی ہو تو ماں باپ کو فکر ہوتی ہے۔ اگر مناسب رشتہ مل جائے تو زندگی بھر سکھ اور چین ہے اگر کسی برے سے خدانخواستہ پالا پڑ جائے تو زندگی بھر کا رونا ہے۔"

"پھر تم ہی کوئی حل بتاؤ۔" مالک نے کہا۔ "حضور! میرے نزدیک تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے لیے آپ دن رات گھلیں اور اپنی صحت خراب کریں۔ ہم اور آپ خدا کا شکر ہے مسلمان ہیں، زندگی کے ہر معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی ہمارے لیے اسوہ ہے اس پر جب بھی ہم عمل کریں گے، ان شاء اللہ اچھائی ہو گی۔" مبارک نے پورے اطمینان سے کہا۔ مالک نے کہا۔ "اچھا تو پھر بتاؤ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی روشنی میں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟"

"دیکھئے جہاں تک اسلام سے پہلے کو لوگوں کا تعلق ہے، یہ لوگ عزت، شہرت اور خاندانی بڑائی ڈھونڈتے تھے۔ یہود لوگ مال پر جان چھڑکتے تھے اور عیسائی خوبصورت اور حسن تلاش کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کی ہے کہ تم رشتہ کرتے وقت ہمیشہ نیکی اور دینداری کو دیکھنا۔" مالک یہ سن کر خوشی سے اچھل پڑا اور کہا "مبارک خدا کی قسم! تم نے میرا سارا غم دھو دیا۔ جیسے اب مجھے کوئی فکر ہی نہیں ہے۔" وہ خوشی خوشی گھر پہنچا۔ بیوی کو ماجرا سنایا وہ بھی خوش ہوئی۔ تاجر نے موقع مناسب پا کر اسے کہا: "پھر کیوں نہ ہم اپنی بیٹی کا نکاح "مبارک" سے کر دیں"

ہائیں کیا کہا؟ گھر کے نوکر سے !!!!! غلام سے !! دنیا کیا کہے گی؟؟ بیوی چلائی۔

"کیا حرج ہے اگر نوکر ہے ؟رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نیکی اور دینداری کو دیکھو۔ خدا کی قسم مجھے تو اس کسوٹی کے لحاظ سے پورے شہر حران میں مبارک سے زیادہ نیک اور دیندار نظر نہیں آتا۔ اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم صادق اور مصدوق ہیں اور ان کا کہا ماننے میں بھلائی ہے تو ہمیں دنیا سے بے فکر ہو کر اپنی لاڈلی کو مبارک کے حوالے کر دینا چاہیے اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو گویا ہم خود ہی اپنے عمل سے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو جھٹلائیں گے۔" تاجر نے اطمینان اور یقین سے کہا۔ شوہر کا یہ عزم دیکھ کر اور سیدھی اور سچی بات سن کر بیوی بھی دل سے راضی ہو گئی اور حران کے رئیس کی اس چاند سی لڑکی کی شادی ایک ایسے غریب سے رچائی گئی، جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ تھا، نہ کوئی گھر اور نہ ہی کسی اونچے گھرانے سے اس کا تعلق تھا۔ سوائے ایمان واسلام کی، نیکی اور تقوٰی کے۔ یہ وہی لڑکی تھی جس کے لیے حران کے بڑے بڑے رئیسوں نے پیغام بھیجے۔ لیکن مبارک کی نیکی اور تقویٰ کے مقابلے میں ہر ایک نے شکست کھائی۔

شادی ہو گئی۔ مبارک جیسے خود نیک تھے، ویسی ہی ان کی بیوی بھی لاکھوں میں ایک تھی۔ تھوڑے دنوں کے بعد اللہ نے ان کو ایک چاند سا بیٹا عطا کیا۔ ماں باپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بیٹے کا نام "عبد اللہ" رکھا۔

تھوڑے دنوں بعد اس ترکی تاجر کا انتقال ہو گیا اور اس کے مال و دولت کا ایک بڑا حصہ حضرت مبارک کو ملا یہ ساری دولت حضرت عبد اللہ کے کام آئی۔ نیک باپ نے بیٹے کی تعلیم پر ساری دولت بہادی۔

نیک ماں باپ نے حضرت عبد اللہ کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ شروع ہی سے انتہائی شفقت و محبت سے ان کی پرورش کی، دین و اسلام کی باتیں سکھائیں، ماں باپ خود نیک تھے ان کی یہ دلی تمنا تھی کہ ان کا بیٹا بھی دنیا میں نیک بن کر چمکے لیکن شروع میں ان کی تمام کوششیں بے کار گئیں۔ اس لیے کہ ان کا بیٹا ہر کام میں لاپرواہی کرتا بری مجلس میں بیٹھنے کی وجہ

سے معاشرتی اخلاق بگڑنے لگا۔ گانا بجانا اور عیش اڑانا ہی ان کا دن رات کا مشغلہ تھا اور جوانی میں تو یار دوستوں کے ساتھ مئے نوشی کی محفلیں سجنا عام معمول بن گیا صراحی و مینا و جام و سبو سبھی کچھ دل بہلانے کی خاطر چلتا رہا۔

ایک رات عبد اللہ کے سارے دوست جمع تھے... گانے بجانے کی محفل خوب گرم تھی .....شراب کے دور پر دور چل رہے تھے اور ہر ایک نشے میں مست تھا۔ اتفاق سے حضرت عبد اللہ کی آنکھ لگ گئی اور انہوں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔

کیا دیکھتے ہیں کہ ایک لمبا چوڑا خوبصورت باغ ہے اور ایک ٹہنی پر ایک پیاری سی چڑیا بیٹھی ہوئی ہے اور اپنی سریلی میٹھی آواز میں قرآن شریف کی یہ آیت پڑھ رہی ہے الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ "کیا اب تک وہ گھڑی نہیں آئی کہ اللہ کا ذکر سن کر مومنوں کے دل لرز جائیں اور نرم پڑ جائیں۔" حضرت عبد اللہ گھبرائے ہوئے اٹھے۔ ان کی زبان پر یہ بول جاری تھے: "اے اللہ! وہ گھڑی آگئی، اے اللہ وہ وقت آن پہنچا ہے۔" اٹھے شراب کی بوتلیں پٹخ دیں، جام و سبو، صراحی چُور چُور کر دیے، غسل کر کے سچے دل سے توبہ کی۔ اللہ سے پکا عہد کیا کہ اب کبھی تیری نافرمانی نہ ہو گی گناہوں سے ایسے پاک ہو گے کہ گویا کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ سچ ہے توبہ ہے ہی ایسی چیز۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ حضرت عبد اللہ رحمہ اللہ رات بھر گناہوں میں لت پت رہتے، خدا اور رسول کی نافرمانی کرتے اور ہر ایک کو ان کی زندگی سے گھن آتی لیکن جب انہوں نے سچے دل سے توبہ کی، اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوئے اور اپنے اللہ سے پختہ عہد کیا کہ اب جیتے جی کبھی برائی کے قریب بھی نہ پھٹکیں گے تو اللہ کی رحمت نے ان کا ہاتھ پکڑا، وہ ایسے نیک بنے کہ اپنے زمانے کے تمام علماء نے ان کو اپنا سردار مانا۔ حدیث کے امام کہلائے اور آج تک دنیا ان کی نیکی اور علم سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کاملۃً

ایک عرب ماں کی دس نصیحتیں

عائشہ صدیق، مالاکنڈ

1. میری پیاری بیٹی، میری آنکھوں کی ٹھنڈک، شوہر کے گھر جا کر قناعت والی زندگی گزارنے کا اہتمام کرنا۔ جو دال روٹی ملے اس پر راضی رہنا، جو روکھی سوکھی شوہر کی خوشی کے ساتھ مل جائے وہ اس مرغ پلاؤ سے بہتر ہے جو تمہارے اصرار کرنے پر اس نے ناراضگی سے دیا ہو۔

2. میری پیاری بیٹی، اس بات کا خیال رکھنا کہ اپنے شوہر کی بات کو ہمیشہ توجہ سے سننا اور اس کو اہمیت دینا اور ہر حال میں ان کی بات پر عمل کرنے کی کوشش کرنا اس طرح تم ان کے دل میں جگہ بنالو گی کیونکہ اصل آدمی نہیں آدمی کا کام پیارا ہوتا ہے۔

3. میری پیاری بیٹی اپنی زینت و جمال کا ایسا خیال رکھنا کہ جب وہ تجھے نگاہ بھر کے دیکھے تو اپنے انتخاب پر خوش ہو اور سادگی کے ساتھ جتنی استطاعت ہو خوشبو کا اہتمام ضرور کرنا اور ہاں تیرے جسم ولباس کی کوئی بو یا کوئی بری ہیت اسے نفرت و کراہت نہ دلائے۔

4. میری پیاری بیٹی اپنی شوہر کی نگاہ میں بھلی معلوم ہونے کے لیے اپنی آنکھوں کو سرمے اور کاجل سے حسن دینا کیونکہ پرکشش آنکھیں پورے وجود کو دیکھنے والے کی نگاہوں میں جچا دیتی ہیں۔ غسل اور وضو کا اہتمام کرنا کہ یہ سب سے اچھی خوشبو ہے اور لطافت کا بہترین ذریعہ ہے۔

5. میری پیاری بیٹی ان کا کھانا وقت سے پہلے ہی اہتمام سے تیار رکھنا کیونکہ دیر تک برداشت کی جانی والی بھوک بھڑکتے ہوئے شعلے کی مانند ہو جاتی ہے اور ان کے آرام کرنے اور نیند پوری کرنے کے اوقات میں سکون کا ماحول بنانا کیونکہ نیند ادھوری رہ جائے تو طبیعت میں غصہ اور چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔

6. میری پیاری بیٹی ان کے گھر اور ان کے مال کی نگرانی یعنی ان کے بغیر اجازت کوئی گھر میں نہ آئے اور ان کا مال لغویات، نمائش و فیشن میں برباد نہ کرنا کیونکہ مال کی بہتر نگہداشت حسن انتظام سے ہوتی ہے اور اہل عیال کی بہتر حفاظت حسن تدبر سے۔

7. میری پیاری بیٹی ان کی راز دار رہنا، ان کی نافرمانی نہ کرنا کیونکہ ان جیسے بارعب شخص کی نافرمانی جلتی پر تیل کا کام کرے گی اور تم اگر اس کا راز دوسروں سے چھپا کر نہ رکھ سکیں تو اس کا اعتماد تم پر سے ہٹ جائے گا اور پھر تم بھی اس کے دورخے پن سے محفوظ نہیں رہ سکو گی۔

8. میری پیاری بیٹی جب وہ کسی بات پر غمگین ہوں تو اپنی کسی خوشی کا اظہار ان کے سامنے نہ کرنا یعنی ان کے غم میں برابر کی شریک رہنا۔ شوہر کی کسی خوشی کے وقت غم کے اثرات چہرے پر نہ لانا اور نہ ہی شوہر سے ان کے کسی رویے کی شکایت کرنا۔ ان کی خوشی میں خوش رہنا۔ ورنہ تم ان کے قلب کے مکدر کرنے والی شمار ہو گی۔

9. میری پیاری بیٹی اگر تم ان کی نگاہوں میں قابل تکریم بننا چاہتی ہو تو اس کی عزت اور احترام کا خوب خیال رکھنا اور اس کی مرضیات کے مطابق چلنا تو اس کو بھی ہمیشہ ہمیشہ اپنی زندگی کے ہر ہر مرحلے میں اپنا بہترین رفیق پاؤ گی۔

10. میری پیاری بیٹی میری اس نصیحت کو پلو سے باندھ لو اور اس پر گرہ لگا لو کہ جب تک تم ان کی خوشی اور مرضی کی خاطر کئی بار اپنا دل نہیں مارو گی اور ان کی بات اوپر رکھنے کے لیے خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند، زندگی کے کئی مرحلوں میں اپنے دل میں اٹھنے والی خواہشوں کو دفن نہیں کرو گی اس وقت تک تمہاری زندگی میں بھی خوشیوں کے پھول نہیں کھلیں گے۔۔اے میری پیاری اور لاڈلی بیٹی ان نصیحتوں کے ساتھ میں تمہیں اللہ کے حوالہ کرتی ہوں اللہ تعالیٰ زندگی کے تمام مرحلوں میں تمہارے لیے خیر مقدر فرمائے اور ہر برائی سے تم کو بچائے۔

اگر بیوی روٹھ جائے تو....

رانا محمد عمر فاروق، لاہور

یہ نسخے مارکیٹ سے خریدیں گے تو آپ کو فی نسخہ ایک ہزار روپے کا پڑے گا لیکن کمپنی کی "مشوری" کیلیے اور آپ کی نجات کے لیے یہ نسخے مفت، مفت اور مفت۔جی میں آیا۔

1- اپنی بیوی کو گیمز کھیلنے پر لگا دیں جب اس کو چنگی طرح گیم کی لت پڑ جائے تو گیم کو کمپیوٹر سے ڈیلیٹ کر دیں جب کبھی بیوی بات نہ مانے تو اس کو گیم کا لالچ دیں۔افاقہ ہو گا۔

2- بیوی کی کوئی سی کمزوری مثلاً شاپنگ یا کوئی بھی فیورٹ فوڈ وغیرہ ڈھونڈ کر رکھیں اور جب بھی بات منوانی ہو اس کی ایک جھلک دکھا کر بات منوائیں بے شک چیز کو خرید کر دلوانے کا کہہ دیں مگر خرید کر مت دیں ورنہ اگلی دفعہ کے لیے یہ نسخہ کارآمد نہیں۔ہاں اگر کوئی نئی چیز بیوی کو پسند آگئی ہو تو اور بات ہے۔

3- بیوی نے میک اپ کیا ہو یا نہ کیا ہو اتعریف کرنے کو اپنا وطیرہ بنالیں۔

4- کچھ مانو اور کچھ منواؤ کے تحت بیوی کی ایک مانیں اور اپنی بے شمار منوائیں نہ ماننے کی صورت میں اگلے نسخے پر عمل کریں۔ اگر آپ نے ایک مان لی ہے اور بے شمار منوانے میں ناکام ہیں تو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے فوراً کچن میں گھس جائیں اور آٹا گوندھنا شروع کر دیں۔ آپ دیکھیں گے کہ دو منٹ کے اندر اندر ہی آپ کی بات مان لی جائے گی۔

5- اگر آپ کی بیوی رونا شروع کر دیتی ہے اور آپ اس کو چپ کرانے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو آپ اس سے زیادہ اونچی آواز میں رونا شروع کر دیں یقین کریں وہ فوراً چپ ہو جائے گی۔اگر یقین نہ آئے تو آزما کر دیکھ لیں۔

قاریات کے خطوط

ادارہ

چنیوٹ سے محترمہ شازیہ عندلیب لکھتی ہیں!

السلام علیکم!

محترم مدیر "ماہنامہ بنات اہلسنت" اللہ کا کرم ہے کہ آپ نے رسالہ جاری کیا۔ اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرا تعلق ضلع جھنگ سے ہے اور میں ضلع چنیوٹ کے ایک گاؤں سے تعلق رکھتی ہوں یعنی اس گاؤں کے ایک ہسپتال میں بطور چارج نرس ڈیوٹی سر انجام دیتی ہوں۔ ماہنامہ بنات اہلسنت کو واقعی بہت اچھا پایا اس میں جھوٹ موٹ کی بے کار کہانیاں نہیں بلکہ انسان کی زندگی میں انقلاب لانے والے ایسے سچے واقعات ہوتے ہیں جنہیں پڑھ کر اپنے اندر تبدیلی محسوس ہوتی ہے مہربانی فرما کر مجھے جلد از جلد رسالہ ارسال فرمائیں۔ جزاک اللہ

آپ کی بہن

شازیہ عندلیب

چک نمبر 14 مرادوالہ ضلع چنیوٹ

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالی آپ کو بہت خوشیاں عطا فرمائے خدمت کے جس شعبے سے آپ کا تعلق ہے یقیناً بہت عظیم ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً جس نے کسی ایک جان کو بچایا اس نے تمام انسانیت کو بچایا۔ ماہنامہ بنات اہلسنت کی افادیت آپ نے خود بھی محسوس کی ہے جہاں تک ہو سکے اپنی دیگر ہم جولیوں میں بھی اسے عام کریں۔ رسالہ جاری کر دیا گیا ہے سالانہ خریداری صرف 240 روپے۔

عالمی تربیتی واصلاحی

اجتماع

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے

جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

زیر سرپرستی: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت زید مجدہم

منتظم اعلیٰ: مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت کاتہم

نور نبوت کی شمع روشن رکھنے کے لئے

حکیم الامت مجدد ملت حضرت اقدس مولانا شاہ اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے خلفائے کرام کی علمی، تدریسی، تصنیفی، تربیتی واصلاحی تعلیمات کو اجاگر کرنے کے لئے

عظیم الشان اجتماع

۲۹ مارچ ۲۰۱۲ء مطابق ۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

بروز جمعرات تا اتوار

رابطہ:

شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید صاحب 03332175725	مولانا مفتی محمد نعیم صاحب 03332375446
مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب 03222031853	مولانا مفتی غلام محمد صاحب 03323028791

مولانا سید محمد یوسف صاحب 03333575585

مقام: جامعہ اشرف المدارس کراچی، گلستان جوہر بلاک-12، کراچی (پاکستان)

9 بجے تا 4 بجے رابطہ: **8233744** (0300,0332, 0312)

Email: jamia1974@gmail.com

نوٹ: براہ کرم موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں۔ شکریہ!
شرکاء جلسہ کے لئے کینٹین سے مناسب قیمت پر کھانے کا انتظام ہے۔